ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
18 تا 24 محرم الحرام 1431ھ/ 5 تا 11 جنوری 2010ء

کامیابی کا اصل معیار

دنیا کی زندگی اور اس کی آسائشیں اور تکلیفیں، کامرانیاں اور محرومیاں ہی کارزارِ حیات میں فیصلہ کن نہیں ہیں۔ یہی وہ مال نہیں ہے جو نفع اور نقصان کا حساب بتا سکے۔ نصرت صرف ظاہری غلبہ کا نام ہے بلکہ یہ نصرت کی بے شمار صورتوں میں سے محض ایک صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی میزان فیصلہ میں اصل وزن عقیدہ کا ہے۔ اور اللہ کی منڈی میں جس مال کی کھپت ہے وہ صرف ایمان کی متاع ہے۔ نصرت کی اعلیٰ ترین شکل یہ ہے کہ رُوح مادّہ پر غالب آ جائے، عقیدہ کو رنج و محن پر کامیابی حاصل ہو اور آزمائش کے مقابلے میں ایمان فتح یاب ہو جائے —— چنانچہ اصحاب الاخدود کے واقعہ میں اہل ایمان کی روح نے خوف و کرب پر، دنیا کی ترغیبات پر، زندگی کی محبت پر اور کڑی آزمائش پر وہ عظیم فتح پائی ہے کہ رہتی دنیا تک وہ بنی نوع انسان کے لیے طرۂ افتخار رہے گی —— یہی ہے اصل کامیابی۔

جادہ و منزل
سید قطب شہید

اس شمارے میں

ایک پریشان اور خوفزدہ حکمران

فوجی آپریشن نہیں، مذاکرات

نئی ایجادات کے ثقافتی اثرات

فکری تنزل کیسے ہوتا ہے؟

کیا ٹی وی اور انٹرنیٹ کا دینی مقاصد کے لیے استعمال جائز ہے؟

فتح وزیرستان کے بعد کیا ہوگا؟

آخری صلیبی معرکہ اور پاکستان

بشارت اور قربانی کا سال

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (402)

سورۃ الانفال

(آیات:5-6)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۪ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝﴾

”(ان لوگوں کو اپنے گھروں سے اس طرح نکلنا چاہیے تھا) جس طرح تمہارے پروردگار نے تم کو تدبیر کے ساتھ اپنے گھر سے نکالا اور (اس وقت) مومنوں کی ایک جماعت ناخوش تھی۔ وہ لوگ حق بات میں اس کے ظاہر ہوئے پیچھے تم سے جھگڑنے لگے گویا موت کی طرف دھکیلے جاتے ہیں اور اسے دیکھ رہے ہیں۔“

یہاں سے اب غزوۂ بدر کا ذکر شروع ہو رہا ہے۔ اے نبی ﷺ آپؐ کے رب نے آپؐ کو آپ کے گھر سے حق کے ساتھ نکالا۔ یعنی آپؐ کا بدر کی طرف روانہ ہونا اللہ تعالیٰ کی ایک سکیم کا حصہ تھا۔ یہ رب کی تدبیر تھی۔ اگرچہ آپؐ کے اس فیصلے کو کچھ لوگ پسند نہیں کر رہے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو مدینہ میں ہونے والی پہلی مشاورت میں شریک تھے اور جن کی رائے یہ تھی کہ لڑائی کی طرف جانا مناسب نہیں۔ اگر جنگ کا سلسلہ چل پڑا تو جانی اور مالی نقصان ہوگا۔ جب قریش کی طرف سے کوئی اقدام نہیں ہوا تو ہم کیوں آگے بڑھ کر لڑائی مول لیں۔ اس طرح کی باتیں اُس وقت وہاں ہوئیں۔ تو ایسا کہنے والے منافقین بھی ہو سکتے ہیں جن کو مال اور جان کا نقصان کسی طرح گوارا نہ تھا اور سادہ لوح نیک دل مسلمانوں کی بھی یہی رائے ہو سکتی ہے کہ ہم اس وقت کیوں آگے بڑھ کر لڑائی مول لیں، امن وسکون کے ساتھ کیوں نہ رہیں۔

جب آپؐ مدینہ سے چلے تو اُس وقت تک کسی لشکر کی اطلاع نہ تھی اور نہ ہی اس کا کوئی گمان تھا۔ ابھی تک تو یہ اسی طرح کی کارروائی (مہم) تھی جس طرح کی آٹھ مہمات پہلے بھیجی جا چکی تھیں۔ لیکن جب آپؐ مدینہ سے نکل کر کچھ دور آگئے تو وہاں آپؐ کو وحی بھی آگئی اور اطلاعات بھی مل گئیں کہ صورت حال ایسی ہو چکی ہے کہ ایک طرف نخلہ سے کچھ لوگ روتے پیٹتے مکہ پہنچ گئے۔ دوسری طرف ابوسفیان کا ایلچی بھی چیختا چلاتا مکہ پہنچ گیا، جس کے نتیجے میں ابوجہل ایک ہزار کا لشکر لے کر بدر کی طرف چل پڑا ہے اور ادھر شمال سے تجارتی قافلہ بھی بدر کی طرف آرہا ہے۔ میرے خیال میں یہ اس مشاورت کا ذکر ہے جو آپؐ نے اس وقت کی یعنی ایک طرف قافلہ ہے اور دوسری طرف لشکر کفار۔ اب ان دونوں میں کس کا مقابلہ کیا جائے۔

اور وہ لوگ آپؐ کے ساتھ حق کے بارے میں جھگڑ رہے تھے، حالانکہ بات اُن پر واضح ہو چکی تھی۔ نبی کریم ﷺ کا لشکر کفار کے مقابلے کا فیصلہ اُسی طرح کی آزمائش تھی جیسی طالوت کے ساتھ جانے والوں کو درپیش تھی۔ طالوت نے اپنی فوج سے کہا تھا کہ جو اس دریا سے سیر ہو کر پانی پیے گا، اُس کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ وہاں بھی مخلص ساتھیوں کا خلوص ظاہر ہو گیا۔ یہاں بھی رسول اللہ ﷺ کے مشورہ کرنے پر کچھ لوگ ایسے تھے جو ایسا محسوس کر رہے تھے کہ گویا انہیں موت کی طرف دھکیلا جا رہا ہو اور وہ اسے دیکھ رہے ہوں۔

فرمان نبوی

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

مسلمان بھائی کی عزت وآبرو کی حفاظت وحمایت

عَنْ اَنَسٍ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنِ اغْتِيْبَ عِنْدَهٗ اَخُوْهُ الْمُسْلِمُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى نَصْرِهٖ فَنَصَرَهٗ نَصَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَاِنْ لَّمْ يَنْصُرْهُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى نَصْرِهٖ اَدْرَكَهُ اللّٰهُ بِهٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ)) (رواہ البغوی فی شرح السنہ)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کے سامنے اس کے کسی مسلم بھائی کی غیبت اور بدگوئی کی جائے اور وہ اس کی نصرت و حمایت کر سکتا ہو اور کرے (یعنی غیبت و بدگوئی کرنے والے کو اس سے روکے یا اس کا جواب دے اور مداخلت کرے) تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی مدد فرمائے گا۔ اور اگر قدرت حاصل ہونے کے باوجود وہ اس کی نصرت وحمایت نہ کرے (نہ غیبت کرنے والے کو غیبت سے روکے نہ جواب دہی اور مدافعت کرے) تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کو اس کی کوتاہی پر پکڑے گا (اور اس کی سزا دے گا)۔“

تشریح: اس حدیث سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایک بندۂ مسلم کی عزت و آبرو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس قدر محترم ہے، اور دوسرے مسلمانوں کے لیے اس کی حفاظت وحمایت کس درجہ کا فریضہ ہے، اور اس میں کوتاہی کس درجہ کا سنگین جرم ہے۔ افسوس ہے کہ ہدایت محمدی ﷺ کے اس اہم باب کو امت نے بالکل ہی فراموش کر دیا ہے۔ بلاشبہ یہ ہمارے اُن اجتماعی گناہوں میں سے ہے جن کی پاداش میں ہم صدیوں سے اللہ تعالیٰ کی نصرت سے محروم ہیں، ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور ذلیل ہو رہے ہیں۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

شمارہ		جلد
02	18 تا 24 محرم الحرام 1431ھ 5 تا 11 جنوری 2010ء	19

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67۔ اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......300 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک پریشان اور خوفزدہ حکمران

ماہر نفسیات کا دعویٰ ہے کہ احساسِ برتری (Superiority Complex) کی کوئی حیثیت یا وجود نہیں بلکہ یہ احساس کمتری (Inferiority complex) کی بدترین صورت ہوتی ہے۔ احساس برتری کا اظہار کرنے والا شخص درحقیقت بدترین احساس کمتری میں مبتلا ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کے ساتھ ساتھ خود کو بھی یقین دلانے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے کہ میں کمتر نہیں ہوں۔ کچھ ملتی جلتی صورت بہادری اور بزدلی کی بھی ہے۔ حقیقی بہادر شخص کو بار بار یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ میں ڈرتا نہیں ہوں، مجھے کوئی خوف نہیں ہے، میں حالات سے خوفزدہ اور پریشان نہیں ہوں وغیرہ وغیرہ۔ بے نظیر بھٹو کی دوسری برسی کے موقع پر صدر پاکستان آصف علی زرداری گڑھی خدا بخش میں مسکراتے چہرے اور لہراتے مکے کے ساتھ کارکنان سے خطاب کرتے ہوئے دشمنان جمہوریت کو للکار رہے تھے۔ وہ اپنے دشمنوں کو سپر چیلنج کرتے ہوئے بہادر اور بے خوف ہونے کی اداکاری کر رہے تھے لیکن اندر کے خوف اور پریشانی کو ٹپکنے سے روکنے میں صاف ناکام دکھائی دے رہے تھے۔ سب کچھ مصنوعی دکھائی دے رہا تھا۔ یہاں تک کہ بدن بولی (Body Language) بھی تراشنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ ظاہری طور پر وہ جمہوریت کے قتل کی بو سونگھ کر تلملا رہے تھے، لیکن یار لوگوں نے شمار کیا کہ نصف گھنٹہ کے خطاب میں اُنہوں نے چونسٹھ مرتبہ یہ چار لفظی جملہ دہرایا "میرا قصور یہ ہے"۔ بہرحال ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ وہ ایک بہادر شخص ہیں یا نہیں ہیں۔ ہم تو یہ سن سن کر حیران اور پریشان ہو رہے تھے کہ ہمارا سربراہ مملکت اپنی ذات میں الجھا ہوا ہے بلکہ گم ہو چکا ہے۔ اس کی آنکھیں اپنی جان اور جسم پر ٹک گئی ہیں۔ اُس کے ذہن پر اپنی ذات، اپنا تحفظ اور سلامتی چپک گئی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی تمام تر توانائیاں صرف اور صرف اپنے اقتدار اور اپنی جان کی حفاظت پر خرچ ہو رہی ہیں۔ اسی لئے تو ایوانِ صدر، جیل اور ایمبولینس کے علاوہ کسی اور شے کا ذکر نہیں۔

یہ اُس ملک کے سربراہ کا اہم موقع پر خطاب ہے جس کے بوڑھے، بچے اور عورتیں آٹا اور چینی کی قطاروں میں کھڑے کھڑے دم توڑ رہے ہیں۔ جہاں قتل و غارت اور دہشت گردی کی ایسی وارداتوں کا ارتکاب ہو رہا ہے جن میں درجنوں افراد کا لقمہ اجل بن جانا اور سینکڑوں کا زخمی ہو جانا خبر کا درجہ کھو چکا ہے، بلکہ خون کا نہ بہنا حیران کن خبر ہے۔ آج پاکستان کے شہروں میں انسانی جانوں کی حفاظت کا معاملہ اتنا غیر یقینی ہے کہ بیوی شوہر کو روزگار پر روانہ کرنے کے بعد اُس وقت تک بیوہ ہے جب تک وہ صحیح سلامت واپس نہ آ جائے اور ماں کو اپنی گود کی ویرانی کا اُس وقت تک خدشہ ہوتا ہے جب تک بچہ سکول سے واپس نہ لوٹے۔ جہاں کئی ہزار لوگ یومیہ غربت کی لکیر سے نیچے کی طرف سفر کرتے نظر آتے ہیں۔ جس ملک کے ہزاروں دیہاتوں کو پینے کا صاف پانی میسر نہیں اور لوگ صحت اور علاج معالجہ کی سہولت سے یکسر محروم ہیں۔ لاکھوں بچے ایسے ہیں جنہیں ابتدائی تعلیم دلوانا اُن کے والدین کے بس کی بات نہیں۔ جو ملک ملکی اور غیر ملکی قرضوں کے پہاڑ تلے دبا ہوا ہے۔ جہاں بجلی کا بحران خوفناک صورت اختیار کر چکا ہے۔ جہاں لاکھوں نوجوان ڈگریاں ماتھے پر سجائے دربدر ہو رہے ہیں۔ جہاں گڈ گورننس کا یہ حال ہے کہ لوٹ مار رشوت اور غبن کو قانونی تحفظ فراہم کرنے کی تیاریاں ہو چکی تھیں۔ N.R.O کے ذریعے طے ہو چکا تھا کہ ایلیٹ طبقہ قانون سے بالاتر ہوگا۔

معاملہ اگر اندرونی جھگڑوں، بیڈ گورننس اور عوامی سطح پر احساس محرومی تک محدود ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ گھر کا معاملہ ہے وقت گزرنے اور لڑ لڑ کر تھک جانے سے ختم ہو جائے گا۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ بیرونی دشمن اپنے دانت تیز کر رہے ہیں۔ وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے گرد گھیرا تنگ کر رہے ہیں اور عالمی سطح پر ایک اتحاد وجود میں آ چکا ہے، جس کا لیڈر سپریم پاور آف دی ورلڈ امریکہ ہے، اور جس کا طے شدہ ایجنڈا ہے کہ پاکستان کو ایٹمی صلاحیت سے محروم کیا جائے اور اس کوشش میں اگر پاکستان کو تہہ و بالا کر دینا پڑے تو قطعی طور پر اس سے گریز نہ کیا جائے۔ ڈرون حملوں کی صورت میں فضائی حملے عرصہ ہوا، شروع ہو چکے ہیں۔ ہمارے قبائلی علاقوں میں امریکی B52 فضا میں گھومتے رہتے ہیں۔ کوئٹہ کو ڈرون حملوں کا نشانہ بنانے کا ذکر ہو رہا ہے۔ ہمارا ہمسایہ اور ازلی و پیدائشی دشمن جو اس اتحاد کا اہم رُکن ہے وہ الگ اپنے طور پر محدود ایٹمی جنگ اور سرجیکل سٹرائیک کی باتیں کر رہا ہے۔ یعنی ہماری

تباہی کے مشورے ارض و سماء میں ہو رہے ہیں اور ہماری سلامتی کو خطرہ یا خدشہ نہیں بلکہ بالفعل ہم پر اندرونی اور بیرونی طور پر جنگ مسلط کی جا چکی ہے۔ ہمیں مستقبل قریب میں جغرافیائی طور پر دنیا کے نقشہ سے غائب کر دینے کی پیشین گوئی ہو چکی ہے۔ ان حالات میں اس بدقسمت ملک کا حکمرانِ اعلیٰ اپنے خطاب میں ''میں، میں'' کی ایسی رٹ لگاتا ہے کہ کچھ اور سنائی ہی نہیں دیتا۔

مصیبت یہ ہے کہ اپوزیشن بھی جمہوریت اور آمریت کے چکر میں پڑی ہوئی ہے۔ اندازہ کریں کہ اپوزیشن لیڈر جن کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ ملک کی مقبول ترین شخصیت ہیں حالات کا تجزیہ کرنے اور خطرے کا ادراک کرنے میں کتنی بُری طرح ناکام ہیں کہ فرماتے ہیں کہ میں کسی طرح نظام کو De-stablize نہیں کرنا چاہتا۔ کس قدر سطحی سوچ ہے بلکہ صحیح تر الفاظ میں جہالت ہے کہ اُنہیں دن کی روشنی میں قوم کے سر پر لٹکتی تلوار نظر نہیں آ رہی اور شاید جان کے خطرے کو محسوس کرتے ہوئے، کیا حکمران اور کیا اپوزیشن سب بنکر نشین ہو چکے ہیں۔ اس لئے اصل خطرات کو محسوس ہی نہیں کر رہے اور اُن کے مشیرِ بے تدبیر سب اچھا کی رپورٹ دیئے جا رہے ہیں۔

عوام کی حساسیت بھی سوالیہ نشان بنی ہوئی ہے۔ وہ اس قدر پس چکے ہیں اور اُن کے ذہن مفلوج ہو چکے ہیں اور ان کے اعصاب جواب دے چکے ہیں کہ ایسی باتیں سننے میں آ رہی ہیں کہ اگر غیر مسلم اقوام اور دشمن ہم پر غالب آ جائیں تو ہم سے اس سے زیادہ کیا بُرا سلوک کرلیں گے، جو یہ لیڈر ہم سے کر رہے ہیں۔ ہم عوام کی خدمت میں یہ گزارش کریں گے کہ بندۂ مسلم کو مایوس نہیں ہونا چاہئے اور یہ کہ آزادی ایسی نعمت ہے جس کی قیمت نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آج بھی اگر ہم یوٹرن لے لیں اور اپنا رُخ اپنے ربّ کی طرف پھیر لیں تو بگڑی بن سکتی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہمارا ربّ کریم توّاب اور رحیم ہے۔ وہ توبہ کرنے پر رحم و کرم کے دروازے کھول دیتا ہے اور انسان کے تصور میں بھی نہیں ہوتا کہ وہ کیسے اور کہاں سے اُس کی مدد کر دیتا ہے۔ ضرورت ہے رجوع الی اللہ کی۔ ضرورت ہے اُس کتاب زندہ کو مضبوطی سے تھام لینے کی جو ہماری بغل میں موجود ہے۔

ہم اپوزیشن لیڈر کی خدمت میں بھی عرض کریں گے کہ جس دقیانوسی اور فرسودہ نظام کو بچانے کے لئے آپ بے تاب ہیں، وہی تو ہمارے تمام امراض کا اصل اور حقیقی سبب ہے۔ سٹیٹس کو قائم رکھنے کے لئے مراعات یافتہ طبقہ اس لئے بے تاب ہے کہ اُسی میں اُس کی حکمرانی کا راز ہے، لیکن ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ یہ نظام اب قائم نہیں رہے گا۔ عوام کے نشیب اور خواص کے فراز پر قائم اس باطل نظام کا زمین بوس ہو جانا اب اس کا مقدر ہے، جسے کوئی نہیں روک سکتا اور اسلامی نظام اب اس ملک کی تقدیر ہے، جو سیکولر طبقہ کی تدبیروں پر خندہ زن ہے۔ اس وقت ہمارا اصل مسئلہ یہ ہے کہ اپنی ذات کے حوالہ سے ایک پریشان اور انتہائی خوفزدہ حکمران بیرونی دشمنوں کے سامنے مکمل طور پر سرنڈر نہ کر جائے۔

تسلیم و رضا

ہر شاخ سے یہ نکتۂ پیچیدہ ہے پیدا
پودوں کو بھی احساس ہے پہنائے فضا کا!
ظلمت کدۂ خاک پہ شاکر نہیں رہتا
ہر لحظہ ہے دانے کو جنوں نشوونما کا!
فطرت کے تقاضوں پہ نہ کر راہِ عمل بند
مقصود ہے کچھ اور ہی تسلیم و رضا کا!
جرأت ہو نمو کی تو فضا تنگ نہیں ہے
اے مردِ خدا ملکِ خدا تنگ نہیں ہے

1۔ پودوں اور درختوں پر اگر غور کیا جائے تو یہ انکشاف ہوتا ہے کہ ان کی شاخوں کو بھی فضا کی وسعت کا احساس ہے۔ ان میں قوتِ نمو یعنی آگے بڑھنے کی صلاحیت اس احساس کی موجودگی کا ثبوت ہے۔ پودوں کی شاخیں بڑھنا چاہتی ہیں، پھلنا پھولنا چاہتی ہیں۔

2۔ پودے کا بیج ظلمت کدۂ خاک یعنی مٹی کے اندھیرے گھر میں دبا ہوتا ہے، آگے بڑھنے کی تمنا اور خواہش اس بیج کو اندھیرے گھر سے باہر نکلنے کی دعوت دیتی ہے۔ وہ اندھیرے مسکن پر اکتفا نہیں کرتا۔ نشوونما کا جنون اسے بے چین کر دیتا ہے اور وہ مٹی کے اس گھروندے کا سینہ چیرتا ہوا باہر نکل آتا ہے۔

3۔ علامہؒ فرماتے ہیں جس طرح بیج کو نشوونما کا جنوں درخت بنا دیتا ہے اور وہ قدرت کے تقاضوں اور ضرورتوں کو پورا کرتا ہوا ترقی کی منازل طے کرتا ہے، اے انسان! اسی طرح تو بھی قدرت کے تقاضوں اور ضرورتوں کی وجہ سے اپنے عمل کو محدود نہ کر۔ تسلیم و رضا کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان کوشش اور ہمت سے کام لینے کی بجائے ہاتھ پہ ہاتھ دھرا بیٹھا رہے۔ بات عمل سے بنے گی۔ اپنی طرف سے جدوجہد اور کوشش کر کے نتیجہ اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے۔

4۔ اگر تجھ میں آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کی آرزو اور جرأت ہے تو دیکھ جس طرح پودے کے لیے فضا تنگ نہیں، تیرے لیے بھی یہ فضا تنگ نہیں ہے۔ خدا کی کائنات وسیع و بسیط ہے۔ اگر تجھ میں بے خوفی اور دلیری ہے تو یہ وسعت افلاک تجھے کائنات کو تسخیر کرنے کی دعوت دیتی ہے، ستاروں کے جگر چاک کرنے کا حوصلہ دے رہی ہے۔ اگر تجھ میں نمو کی جرأت ہے تو اپنے آپ کو تسلیم و رضا کے غلط مفہوم کی وجہ سے محدود نہ کر۔ تسلیم و رضا کا مطلب خدا کی مرضی کے مطابق جینا ہے نہ کہ بے عمل ہو جانا۔

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند!

صیہونیوں اور صلیبیوں کی طرف سے عالم اسلام اور پاکستان کا گھیراؤ، خدارا، اللہ کی طرف رجوع کیجئے

خود کش حملوں کا تدارک حرمت کے فتووں سے نہیں
فوجی آپریشن کی بندش اور مذاکرات سے ہوگا

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 11 دسمبر 2009ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ الصف کی آیات 8 تا 11 کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلی مرتبہ میں نے حالات حاضرہ پر گفتگو کی تھی۔ آپ کو بتایا گیا تھا کہ اس وقت پوری ملت اسلامیہ کے گرد گھیرا تنگ کیا جا رہا ہے۔ جس کا مظہر امریکہ و یورپ میں اسلام مخالف مہم ہے۔ کچھ عرصے پہلے توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت کی ناپاک جسارت کی گئی۔ حال ہی میں یورپ میں حجاب کا مسئلہ اُٹھایا گیا، اور کہا گیا ہے کہ مسلمان خواتین کو حجاب پہننے کی اجازت نہیں۔ حیرت ہے، وہ معاشرہ جو مادر پدر آزاد ہے، جہاں آزادی کے نام پر عورتیں بغیر کپڑوں کے سڑکوں پر آجائیں تو اُن پر کوئی قدغن نہیں، وہاں مسلمان خواتین کے اپنے عقیدے اور دینی احکامات کے مطابق سر ڈھانپنے پر پابندی عائد کی جا رہی ہے۔ یہ مغرب کے "مہذب" معاشرہ کا کھلا تضاد ہے، جو اُن کی اسلام دشمنی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اسی طرح کا معاملہ سوئٹزرلینڈ میں میناروں کی تعمیر پر پابندی ہے۔ اس پابندی کا ہدف بھی اسلام اور عالم اسلام ہے۔ یہود و نصاریٰ دیکھ رہے ہیں کہ یورپ اور امریکہ میں مساجد کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔ بڑی تیزی سے مسلم سنٹرز قائم ہو رہے ہیں، اور یوں اسلام کی اشاعت کا سامان ہو رہا ہے۔ مسجد کے میناروں پر پابندی دراصل اشاعت اسلام کا راستہ روکنے کی کوشش ہے۔ یہ تو عالمی سطح پر اسلام کے خلاف گھیراؤ کی منصوبہ بندی ہے۔ دوسری جانب پاکستان کے گرد بھی گھیرا روز بروز تنگ کیا جا رہا ہے۔ گزشتہ دنوں اوباما کی جو نئی افغان پالیسی آئی ہے، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ افغانستان میں طالبان کے ہاتھوں اپنی رسوا کن شکست کا سارا ملبہ پاکستان پر ڈالنا چاہتا ہے۔ حالانکہ ہم تو وہ لوگ ہیں جو پہلے ہی سربسجود ہیں۔ ہم نے امریکہ کی خوشنودی کے لیے اپنی ہر چیز اُس کے سامنے ڈھیر کر دی ہے۔ ہم اس کی خاطر اپنا نظریۂ حیات، اپنا دین و ایمان اور اپنی اقدار و روایات ہر چیز قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اگر موجودہ صورتحال میں بھی کوئی یہ سمجھتا ہے کہ گھیرا پاکستان کے گرد تنگ نہیں کیا جا رہا ہے، اور ہدف پاکستان نہیں ہے، تو یہ بڑی سادہ لوحی ہوگی۔ قابل غور بات یہ ہے کہ امریکہ نے افغانستان سے نکلنے کا ٹائم فریم دینے کے ساتھ مزید 30 ہزار فوجی کیوں بھیجے؟ اس لیے کہ طالبان کے ہاتھوں شرمناک شکست کے بعد امریکی افغانستان سے انخلاء چاہتے ہیں اور اپنا ہدف اپنے "اتحادی" پاکستان اور اس کی ایٹمی صلاحیت کو بنانا چاہتے ہیں۔ یہ فوجی پاکستان ہی کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ امریکیوں کا اصل ٹارگٹ پاکستان ہے۔ امریکی مداخلت اور سازشوں ہی کا کیا دھرا ہے کہ صوبہ بلوچستان کے حالات انتہائی مخدوش ہو چکے ہیں۔ سوات اور وزیرستان میں جو آگ کئی سال سے بھڑک رہی تھی، اب وہ پشاور، اسلام آباد، لاہور اور ملتان سے ہوتی ہوئی کراچی تک آن پہنچی ہے۔ امریکہ ہر طرف سے ہمیں گھیر رہا ہے، اور ہماری غلامی کا یہ عالم ہے کہ ہمارے ملک میں امریکیوں کی گاڑیاں غیر قانونی طور پر اسلحہ لے کر دندناتی پھرتی ہیں، اور ہم انہیں روک بھی نہیں سکتے۔ حال ہی میں لاہور میں جو واقعہ پیش آیا ہے، وہ نہایت شرمناک ہے۔ اسلحہ سے لیس امریکی گاڑی کو چیک کرنے کے لیے روکا گیا تو گاڑی میں بیٹھے امریکیوں نے دروازے بند کر دیے اور چیکنگ کروانے سے انکار کر دیا۔ کافی دیر کے بعد اوپر سے فون آ گیا کہ انہیں چیک نہ کرو، چھوڑ دو۔ کیوں؟ اس لیے کہ یہ ہمارے مائی باپ ہیں۔ حیرت ہے کہ ان واقعات کے باوجود ہمارے وزیر داخلہ رحمٰن ملک کہہ رہے ہیں کہ پاکستان میں بلیک واٹر کا وجود نہیں ہے۔ حالانکہ خود امریکی بلیک واٹر کی موجودگی کا اعتراف کر رہے ہیں۔

امت مسلمہ اور بالخصوص ہم اہل پاکستان جس زبوں حالی کا شکار ہیں، اُس سے چھٹکارا پانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ کے آخری پیغام کو حرزِ جان بنائیں اور قرآن حکیم سے رہنمائی لیں۔ سورۃ الصف میں فرمایا گیا:

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿٨﴾﴾

"یہ چاہتے ہیں کہ اللہ (کے چراغ) کی روشنی کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں، حالانکہ اللہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔"

اسلام کے نور کو بجھانے کی سازش کرنے والے دورِ نبویؐ میں بھی یہودی تھے، اور آج بھی دنیا میں یہی سازشی اقلیت ہے جو اسلام کے خلاف سازشوں کے جال بُن رہی ہے۔ امریکی حکمران خواہ وہ بش ہوں یا اوباما، یہودیوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی ہیں۔ وہ انہی کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ 11 دسمبر 2009ء کے نوائے وقت میں جنرل (ر) عبدالقیوم کا مضمون شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے سابق امریکی صدر ریگن دور کے نائب وزیر خزانہ پال کریگ رابرٹ کے انٹرویو کی تفصیلات دی ہیں۔ اس انٹرویو میں پال کریگ نے واضح لفظوں میں بتایا ہے کہ اوباما کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وہ اگر چاہے بھی، تو کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ یہودیوں کے آگے بے بس ہے۔ وہ اُن کی خواہش کے برعکس ذرا بھی ادھر اُدھر نہیں ہو سکتا۔

انہوں نے صاف بتایا ہے کہ عراق کی جنگ بھی یہود کے تحفظ کے لیے تھی، اس لیے کہ عراق سے اسرائیل کو خطرہ تھا۔ ورنہ ساری دنیا جانتی ہے کہ عراق پر بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کی موجودگی کا الزام سراسر غلط تھا۔ اس الزام کا جھوٹا ہونا اب پوری دنیا پر واضح ہوگیا ہے ـــ افغانستان پر بھی جو جنگ مسلط کی گئی، اُس کی بھی بنیادی وجہ یہ ہے کہ افغانستان کی سرزمین پر سے شرع پیغمبر آشکارا ہورہی تھی۔ طالبان نے اپنے ملک میں شریعت نافذ کی تو تھوڑے ہی عرصہ میں اُس کی برکات ظاہر ہوئیں۔ لاقانونیت اور بدامنی کا شکار افغانستان امن و امن کا گہوارا بن گیا اور ہر طرح کے جرائم کا خاتمہ ہوگیا۔ حالانکہ امریکہ اور یورپ ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود اپنے ہاں جرائم کو ختم نہیں کرسکے۔ افغانستان میں یہ معجزہ اسلام ہی کی وجہ سے ہوا۔ ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ ایک ایسے ملک میں جہاں لوگ فقر و افلاس کے آخری درجے کو پہنچے ہوں، وہاں جرائم یکسر ختم ہوجائیں۔ افغانستان کو نشانہ بنانے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ سوویت یونین کے خلاف افغان جنگ کے دوران جہاد کا ''جن'' بوتل سے باہر نکل گیا تھا، اُسے قابو کیا جانا بھی ضروری تھا، لہٰذا کفر کے متحدہ لشکر نے مل کر افغانستان کو تاراج کردیا۔

امریکی سابق نائب وزیر خزانہ کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف عالمی قوتوں (کفریہ طاقتوں) کو اکٹھا کرنے کے لیے امریکہ ایک اور نائن الیون کی ضرورت محسوس کررہا ہے۔ دراصل عالمی طاقت کے سرپر یہودی سوار ہیں۔ یہودی اللہ کے نور کو اپنی منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ امریکہ و یورپ بلکہ پوری عیسائی دنیا اُن کے ساتھ اکٹھی ہوگئی ہے، اور اپنی ساری جدید جنگی ٹیکنالوجی کے ساتھ عالم اسلام کے خلاف صف آرا ہے ـــ لیکن اس کے باوجود اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ اپنے نور کا اتمام فرما کر رہے گا۔ اسلام ضرور غالب ہوگا (ان شاء اللہ)۔ خوش نصیبی تو اُس خطے کی ہوگی، جہاں سے احیاء اسلام کا آغاز ہوگا۔ ساری دنیا یہ سمجھ رہی تھی کہ پاکستان ہی اس کا نقطہ آغاز بنے گا۔ پاکستان واحد اسلامی نیوکلیئر پاور ہے، جہاں دین و مذہب کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ اگرچہ یہاں کی ایلیٹ کلاس دین سے بہت دور ہے، تاہم ایک طبقہ ایسا موجود ہے، جس کے معاشرے پر گہرے اثرات ہیں۔ خود طالبان افغانستان تک بھی دینی سوچ اور فکر یہیں سے (دینی طبقے بالخصوص دیوبندی مدارس کے ذریعے) پہنچی ہے۔

ملک میں نفاذ اسلام ہمارا پہلا امتحان تھا۔ افسوس کہ ہم اس امتحان میں ناکام ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے نام پر ہمیں یہ ملک دیا تھا، تاکہ وہ دیکھے کہ آیا ہم اپنا وعدہ پورا کرتے ہیں یا اُس کے خلاف کرتے ہیں۔ آزادی کے بعد 62 سال گزرنے کے باوجود ہم ملک میں اسلام نافذ نہ کرسکے۔ اللہ نے اس کی سزا یہ دی کہ چوبیں برس بعد ملک دولخت ہوگیا۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ اس پر بھی ہماری آنکھیں نہیں کھلیں۔ ہماری ڈگر وہی

بدترین حالات سے نکلنے کا واحد راستہ وطن عزیز میں اسلامی نظام کا قیام ہے

عاشورہ کے موقع پر عزاداروں کے مرکزی جلوس پر حملہ انسانیت دشمنی کا بدترین مظاہرہ ہے

حافظ عاکف سعید

1 امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد جامع القرآن 'قرآن اکیڈمی' ڈیفنس فیز 6 میں اجتماع جمعہ میں نمازیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ بد سے بدتر اور بدتر سے بدترین حالات کی طرف ہمارا سفر جاری ہے نائن الیون کے بعد عالم اسلام اور پاکستان کے گرد گھیرا تنگ کیا جارہا ہے۔ یہ ہمارے اپنے قومی جرائم کی سزا ہے۔ ہم نے اسلام کے نام پر قائم ہونے والے اس ملک میں 62 سال کے بعد بھی نظام خلافت نافذ نہیں کیا بلکہ افغانستان میں قائم طالبان کی اسلامی حکومت کے خاتمہ میں اہم کردار ادا کیا۔ ہمارے معاشرے کے کسی طبقہ نے اس سلسلے میں رول ماڈل کا کردار ادا نہیں کیا۔ لہٰذا صورتحال یہ ہے کہ امریکہ کی افپاک پالیسی کا اصل ہدف پاکستان بن چکا ہے۔ امریکہ افغانستان میں اپنی ناکامی کا ملبہ پاکستان پر ڈالنا چاہتا ہے۔ ڈرون حملے جاری ہیں اور اب بلوچستان پر بھی ڈرون حملوں کی بات ہورہی ہے۔ امریکی اہلکار اسلحوں کے ساتھ شہروں میں دندناتے پھر رہے ہیں لیکن ہماری حکومت بے بس ہے۔ فوجی آپریشنز کے ذریعہ امریکہ کے ڈومور کے تقاضے پر اپنے ہی لوگوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔ بلوچستان کی پاکستان سے علیحدگی کے لیے امریکہ بھارت اور اسرائیل کا ٹرائیکا سرگرم عمل ہے۔ گویا کہ ہم قومی خودکشی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ افغانستان میں طالبان نے جدید اسلحہ سے لیس سپر پاور کو آٹھ سال سے ناکوں چنے چبوایا ہوا ہے اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم ایٹمی قوت ہوتے ہوئے بھی امریکہ کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ اس ساری صورتحال سے بچاؤ کا واحد راستہ وطن عزیز میں نظام خلافت کا قیام ہے۔ قرآن حکیم میں قیامت سے قبل عالمی سطح پر نظام خلافت کے لیے اشارات اور احادیث مبارکہ میں اس کی پیشگوئیاں موجود ہیں۔ قرآن کریم میں ہمیں اس کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر پختہ ایمان اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کی رہنمائی ملتی ہے۔ نظام خلافت کے قیام کے طریقہ کار کے لیے رہنمائی ہمیں اسوۂ رسول ﷺ سے ملتی ہے۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے مشن کو اپنانا ہوگا۔ (پریس ریلیز 26 دسمبر 2009ء)

2 تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے کراچی میں عاشورہ کے موقع پر عزاداروں کے مرکزی جلوس پر خودکش حملہ کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ معصوم اور بے گناہ لوگوں کی جانیں لے کر حملہ آور اور اُس کی پشت پناہی کرنے والوں نے انسانیت دشمنی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ حملہ مذہبی منافرت پھیلانے کے لیے کیا گیا یا سیاسی بنیادوں پر تھا، بہرصورت یہ قابلِ نفرت و مذمت تھا۔ اُنہوں نے کراچی کے شہریوں سے اپیل کی کہ وہ اشتعال میں آکر دوسروں کے جان و مال کا نقصان نہ کریں وگرنہ دشمنانِ اسلام اور پاکستان کے ایجنڈے کی تکمیل ہوگی۔ اُنہوں نے کہا کہ جب یہ بات طے شدہ ہے کہ اِن تخریب کاروں اور دہشت گردوں کا اصل مقصد قتل و غارت سے ملک کا امن و امان تباہ کرنا ہے تو ردِعمل میں جلاؤ گھیراؤ سے اُن کے مقاصد کی تکمیل ہوگی۔ اُنہوں نے حکومت سے بھی اپیل کی کہ وہ شہریوں کی حفاظت کا مناسب بندوبست کرے۔ اُنہوں نے کہا کہ دہشت گردی کی اِن وارداتوں میں اضافہ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سیکیورٹی اہلکاروں کی غالب اکثریت حکمرانوں کی حفاظت پر متعین ہے جس سے شہری آسان ٹارگٹ بن جاتے ہیں۔ (پریس ریلیز 29 دسمبر 2009ء)

(جاری کردہ مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

رہی۔ وہی شب و روز، وہی معمولات، وہی دلچسپیاں، وہی اہداف اور وہی مفاد پرستی برقرار رہی۔ اِن میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔

نائن الیون کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں دوسرے بڑے امتحان سے دوچار کیا کہ ہم طالبان کی اسلامی حکومت کے خلاف امریکہ کی جنگ میں ہراوّل دستہ بنتے ہیں یا ایمانی اور ملی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جرأتمندانہ انکار کرتے ہیں۔ یہ بہت بڑا امتحان تھا۔ افسوس کہ ہم اس میں بھی بری طرح فیل ہو گئے۔ ہم نے بحیثیت قوم اسلامی حکومت کے خلاف امریکہ کے اتحادی بننے کا فیصلہ کیا اور امریکہ کی ہر ممکن مدد کی۔ یہ ہمارا بہت بڑا جرم تھا۔ یہ ٹھیک ہے، اس جرم کا سب سے بڑا ذمہ دار سابق فوجی ڈکٹیٹر پرویز مشرف تھا، لیکن بحیثیت مجموعی پوری قوم اِس جرم میں شریک ہے، اس لیے کہ قوم نے اُس کے خلاف کماحقہٗ صدائے احتجاج بلند نہیں کی، بلکہ ہمارے پڑھے لکھے طبقے کی اکثریت نے پرویز مشرف کی تائید کی۔ بالعموم یہی کہا گیا ہے کہ مشرف کا فیصلہ غلط نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہم نے ساری دنیا کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا ہے۔

امریکہ کے ساتھ اس مجرمانہ تعاون اور نفاذِ اسلام سے روگردانی کی صورت میں کی گئی ناشکری کا نتیجہ ہے کہ آج ملک میں ہر طرف بدامنی و انتشار کی آگ لگی ہوئی ہے۔ خودکش حملوں سے ملک کے طول و عرض میں خوف و دہشت کی فضا طاری ہے۔ اللہ کا فیصلہ ہے کہ کوئی قوم اُس کی نعمت کی ناشکری اور نفاذِ اسلام سے روگردانی کی صورت میں کی گئی ناشکری اور ناقدری کرے تو اُس پر بھوک اور خوف کے عذابات مسلط کر دیتا ہے۔ ملک میں خودکش حملوں کا جو سلسلہ چل رہا ہے، اُس کا تدارک علماء سے محض اُن کی حرمت کے فتوے حاصل کرنے سے نہیں ہوگا۔ علماء کرام تو کب سے کہہ رہے ہیں کہ خودکش حملے حرام ہیں۔ ظاہر ہے، اسلام میں خودکشی حرام ہے، پھر یہ کہ ان حملوں میں بے گناہ لوگ مارے جاتے ہیں جبکہ اسلام نے ایک بے گناہ کے قتل کو انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔ لہٰذا ان حملوں کے حرام ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اس بات پر کیوں غور نہیں کیا جارہا ہے کہ اِن حملوں کے اسباب اور وجوہات کیا ہیں۔ اِن وجوہات کا خاتمہ کیوں نہیں کیا جاتا۔ یہ حملے نائن الیون سے پہلے کیوں نہیں ہوتے تھے۔ دراصل یہ امریکہ کے ڈرون حملوں اور ہماری حکومت کی ظالمانہ پالیسیوں اور فوجی آپریشن کا ردّعمل ہیں۔ عجیب بات ہے کہ آپ ایک ہی ملک میں دوغلی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ بلوچستان کے لوگوں کے ساتھ تو آپ مذاکرات کی بات کرتے ہیں، مگر طالبان سے مذاکرات پر آمادہ نہیں ہوتے۔ خدارا! طاقت کی زبان میں بات کرنے کی بجائے ان لوگوں سے مذاکرات کیجیے، اُن پر ڈرون حملے بند کرائیے، فوجی آپریشن کا سلسلہ بند کیجئے، یہ مسئلہ ان شاء اللہ حل ہو جائے گا۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے ؎

کیا ممکن ہے تم ہی کہو
ظلم رہے اور امن بھی ہو؟

ہمارے لیے بدامنی اور انتشار سے بچاؤ اور کامیابی و کامرانی کا واحد راستہ رجوع الی اللہ ہے۔ پوری قوم سچے دل سے اللہ کے حضور توبہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لیے ہمیں ملک عطا کیا تھا اُس مقصد کی طرف پیش قدمی کی جائے۔ ہم اپنی زندگی میں، اپنے گھر میں اور اپنے ملک میں اسلام نافذ کریں۔ اسی سے ہمیں اللہ کی نصرت و حمایت حاصل ہوگی۔ اور جب اللہ کی مدد حاصل ہو جائے تو پھر امریکہ کیا، پوری دنیا مل کر بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ پھر یہ کہ فوجی آپریشن کا سلسلہ فی الفور ختم کر کے طالبان سے مذاکرات کا آغاز کیا جائے۔ جرگہ سسٹم ہو۔ یہی ہمارے دیرینہ مسائل اور فوری مسئلہ کا حل ہے۔ اس وقت حکومت جو کچھ کر رہی ہے، وہ مسئلہ کا حل نہیں ہے۔ قوت کے استعمال سے جو پہلے سوات میں ہوا اور اب وزیرستان میں ہو رہا ہے، بدامنی اور انتشار کو اور زیادہ بڑھاوا ملے گا۔ آپ فوجی آپریشن میں جتنی شدت لائیں گے اتنا ہی اس کا ردّعمل بھی سخت ہوگا۔ طاقت کے استعمال سے ملک و قوم کا بھلا نہیں ہوگا، ہاں امریکہ ضرور خوش ہوگا کہ اُس کا ایجنڈا پورا ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کی فوج کا رُخ اپنے ہی لوگوں کی طرف ہو گیا ہے۔ روزنامہ نوائے وقت کے اداریہ نگار نے بہت حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا ہے کہ ہم نے امریکہ کی جنگ خود اپنے اوپر مسلط کی ہے۔ ہم جب تک اس جنگ سے نہیں نکلیں گے، امریکہ یہاں سے نہیں نکلے گا، اور نہ ہی ہمارے مسائل حل ہوں گے۔ اگر حکمرانوں کا اس حقیقت پر پختہ یقین ہے کہ ایک بے گناہ کی موت انسانیت کی موت ہے تو پھر یہ بتایا جائے کہ وزیرستان میں اپنے ہی لوگوں کے خلاف آپریشن سے روزانہ بے شمار بے گناہ لوگ کیوں مارے جا رہے ہیں۔ کیا یہ لوگ انسان نہیں ہیں۔ حکمرانوں کے پاس یہ لائسنس کہاں سے آ گیا کہ وہ ہزاروں بے گناہوں کو خاک و خون میں غلطاں کر دیں۔

یہ واضح ہے کہ عالم کفر کی تمام تر سازشوں کے باوجود اسلام کو بالآخر غالب آنا ہے، اس لیے کہ یہ آپؐ کے مقصد بعثت کا تقاضا ہے۔ آپؐ کی بعثت کا مقصد اظہار دین حق تھا۔ دورِ نبویؐ میں دین حق کا غلبہ جزیرہ نمائے عرب کی حد تک ہو گیا، اب یہ پورے روئے ارضی پر ہوگا، خواہ یہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔ سوال یہ ہے کہ یہ کام کون کرے گا۔ یہ کام ہم ہی نے کرنا ہے۔ اگر ہم عذاب الیم سے چھٹکارا چاہتے ہیں اور آخرت کی دائمی زندگی میں کامیابی کے آرزومند ہیں تو پھر اللہ اور اُس کے رسول ﷺ پر پختہ ایمان اور اسلام کے غلبہ کے لیے جہاد لازمی ہے۔

سورۃ الصّف میں یہی بات کہی گئی ہے۔ فرمایا

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑩﴾

"مومنو، کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے مخلصی دے۔"

آگے فرمایا:

﴿تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑪﴾

"(وہ یہ کہ) اللہ پر اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ، اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔"

غور کیجیے، اہل ایمان سے کہا جا رہا ہے کہ وہ ایمان لائیں، حالانکہ اُن کے ہاں تو ایمان پہلے سے موجود ہے۔ دراصل یہاں پختہ ایمان لانے کی تعلیم دی جارہی ہے۔ وہ ایمان جس کے بارے میں انسان کے شب و روز گواہی دیں کہ فی الواقع دل میں جاگزیں ہو گیا ہے اور اب اُس کا بھروسہ اسباب پر نہیں، مسبب الاسباب پر ہے۔ زندگی کے ہر گوشے میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہو رہی ہے۔ اللہ کے حکم کے مطابق حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو ادا کیا جا رہا ہے۔ ایمان کے ساتھ دوسری چیز یہ ہے کہ مومنو، اسلام دشمن طاقتوں کی سرکوبی اور دین کے غلبہ و اقامت کے لیے جہاد کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو صلاحیتیں دی ہیں، انہیں دنیا کمانے کے لیے ہی نہ لگا دو، بلکہ غلبۂ دین کے لیے استعمال کرو۔ اللہ نے تمہیں جو اوقات دیے ہیں، اُن کا کچھ حصہ

(باقی صفحہ 16 پر)

نئی ایجادات کے ثقافتی اثرات

ثاقب اکبر

انسانی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب انسان شعور سنبھال رہا تھا تو اس نے اپنی ضروریات اور ماحول کے مطابق چیزیں ایجاد کیں۔ بدلتے وقت کے ساتھ ساتھ ایجادات بھی نئی سے نئی سامنے آتی رہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ ہر اہم ایجاد اپنے ساتھ ایک نئی تبدیلی لے کر آتی ہے۔ جب انسان نے پتھر سے لوہے کا استعمال سیکھا، جانور کو سواری کے طور پر استعمال کرنا شروع کیا تو اس سے اس کی زندگی میں ایک نئی اٹھان پیدا ہوئی۔ جب اس نے خودرو چیزوں کے علاوہ خود چیزیں اگانا شروع کیں تو ایک اور تبدیلی آئی۔ اسی طرح انسان پہلے سے زیادہ تیز رفتار ہوگیا تو یہ پہیے کی ایجاد کا کرشمہ تھا۔ ایک مرتبہ پھر ریڈیو اور ٹیلی فون کی ایجادات سے انسانی معاشرے میں بڑی واضح اور سریع رفتار تبدیلی آئی۔ اس سے انسان کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ، ایک ملک سے دوسرے ملک میں رابطے آسان ہوگئے۔ فاصلے سمٹنا شروع ہوگئے اور یوں انسان علاقائی دائرے سے نکل کر عالمی دائرے میں داخل ہوگیا۔ ایجادات کے ساتھ بدلتی ثقافت میں اگر کوئی چیز نہیں تبدیل ہوئی تو وہ انسان کی جمال پسند طبیعت اور علم دوست فطرت ہے۔

کچھ ظاہری تبدیلی کے عناصر ایسے ہوتے ہیں جو انسان کے رہن سہن، اس کے لہجوں اور اس کے لباس پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ انسان کی بہت ساری تخلیقات اس کی فطرت کی وجہ سے مشترک ہیں، لیکن بعض ایسی چیزیں تخلیق ہوئیں جنھوں نے پوری انسانیت کو آپس میں جوڑ دیا۔ ان کے باعث ایسی ثقافت پروان چڑھی جس سے انسان ایک دوسرے کے اور زیادہ قریب ہوگیا۔ انٹرنیٹ اس کی ایک واضح مثال ہے۔ موبائل فون کی ایجاد سے بھی ہماری زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

یہ ساری ایجادات جہاں ایک طرف ہماری زندگی کی ضروریات کی غمازی کرتی ہیں، وہاں ہمیں انسان کے لئے ان کے ہولناک اور تباہ کن اثرات بھی سامنے رکھنے چاہئیں۔ یہاں ایک اہم سوال چیزوں کے استعمال کا پیدا ہوتا ہے یعنی اس امر کا جائزہ لیا جانا ضروری ہے کہ کسی چیز کا استعمال اس کے وجود کو منفی یا مثبت بناتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک چیز دوائی کے لئے استعمال ہوتی تھی، وہ نشے کے لئے استعمال ہونا شروع ہوئی تو اس کے اثرات منفی ہوگئے اور وہ انسان کے لئے ہولناک ہوتی چلی گئی۔ اسی طرح ایک چیز انسان نے اپنے دفاع کے لئے بنائی تو وہ جارحیت کے لئے استعمال ہونا شروع ہوگئی۔ بڑے پیمانے پر انسان کی تباہی کے سامان تیار ہوگئے، ایٹم بم بنالئے گئے۔ اس کے نتیجے میں طاقتور قوموں نے عالمی سطح پر خوف پیدا کرکے دوسرے ملکوں کے وسائل ہتھیانا شروع کردیے۔

بیک وقت معاشرے میں ایسی ایجادات بھی ہو رہی ہوتی ہیں جن کے مثبت اور منفی اثرات مرتب ہو رہے ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر چہرے کے داغ دھبے دور کرنے کے لئے ایک دوائی ایجاد ہوتی ہے تو دوسری طرف طرح طرح کی کریمیں اور پاؤڈر مارکیٹ میں آجاتے ہیں۔ کہیں لپ اسٹک بیچی جارہی ہے تو کہیں انسانی جذبات واحساسات کو بھڑکانے کا سامان موجود ہے۔ اس سے انکار نہیں کہ بعض ایجادات سے بڑی گھمبیر مشکلات پیدا ہوگئی ہیں۔ اب ایک آدمی اپنے موبائل سے دوسرے کے موبائل پر جب چاہتا ہے فون کرتا ہے۔ اسے احساس نہیں کہ دوسرا شخص آرام کررہا ہے، واش روم میں ہے، یا کہیں اور مصروف ہے۔ پھر اس پر شکایات کہ آپ نے میرا فون نہیں اٹینڈ کیا، میں نے فون کیا تھا۔ آج دیکھا جائے تو انسانی زندگی مختلف ایجادات کے باعث بے شمار مسائل کا شکار ہوگئی ہے۔ ہم جس تیز رفتاری کے ساتھ نت نئی ایجادات اور جدیدیت کے دور میں داخل ہورہے ہیں، ہمارے ہاں اس درجے کا شعور نہیں ہے۔ ہمیں ایک گہری سازش کے تحت ''کنزیومر سوسائٹی'' میں تبدیل کیا جارہا ہے۔ ہم ہر چیز بیچ رہے ہیں، ہر چیز خرید رہے ہیں۔ ہمیں ذرا رک کر ان کے اثرات پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔ فقط ایجادات کے ظواہر کو نہ دیکھیں، ان کے پیچھے کارفرما مقاصد کو بھی سمجھیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ جہاں ہمارے نظام تعلیم میں ''سائنٹیفک ڈیولپمنٹ'' کے حوالے سے شعور موجود ہونا چاہیے وہاں ہمیں نظام تعلیم بنانے والے، قوم کے لئے سوچنے والے دماغ بھی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں فلسفی پیدا کرنے ہیں، ہمیں آج ماہرین عمرانیات کی ضرورت ہے۔ ہمیں، مختلف چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لئے تھنک ٹینک بنانے پڑیں گے۔

> ہم تیز رفتاری کے ساتھ نت نئی ایجادات اور جدیدیت کے دور میں داخل ہورہے ہیں۔ ہمیں ایک گہری سازش کے تحت ''کنزیومر سوسائٹی'' میں تبدیل کیا جارہا ہے۔ ہم ہر چیز بیچ رہے ہیں، ہر چیز خرید رہے ہیں۔ ہمیں ذرا رک کر ان کے اثرات پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے

ہمارے ہاں پیداواری عمل نہیں ہو رہا۔ ہم اپنے نوجوانوں کی صلاحیتوں کو خرید و فروخت کے لئے بروئے کار لارہے ہیں اور ان کو ایسی ہی تعلیم دے رہے ہیں جس سے وہ اچھی مارکیٹنگ کرنے والے اور اچھا سودا بیچنے کے قابل لوگ بن جائیں۔ اس قسم کی صورت حال کو مناسب قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اس کا حل کیا ہے؟ اس کا حل ایک اجتماعی قومی شعور ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ قائد پاکستان محمد علی جناح بنیادی طور پر ایک سوشل سائنٹسٹ تھے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس ملک کا تصور پیش کرنے والے لوگ علامہ اقبال، سرسید احمد خاں اور مولانا الطاف حالی،

جنھوں نے ایک نسل اور ایک قوم تیار کی جن کی کوششوں سے لاکھوں لوگوں کی ذہن سازی ہوئی۔ یہ سب سوشل سائنٹسٹ تھے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ انبیاء و مصلحین انسان شناس تھے، انسان کی عقل کے خزینے کو باہر نکالنے والے تھے۔ حضرت علی ؓ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ انبیاء اس لیے آئے کہ انسانوں کی عقلوں کے دفینے اور فطرت کے خزانے باہر نکالیں۔ اس بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں سماجی انقلاب کے بانی، انسانی شعور کو ارتقا بخشنے والے انبیاء ہی تھے۔ آج ہماری یونیورسٹیوں میں یہ شعبے زوال پذیر ہیں۔ نتیجتاً ہم کنزیومر سوسائٹی بن کر رہ گئے ہیں۔

نت نئی ایجادات سے ہماری نوجوان نسل کے ثقافتی شعور پر اثرات کا جائزہ لیا جائے تو بہت سے مثبت پہلو بھی سامنے آتے ہیں۔ مثلاً انٹرنیٹ کے ذریعے ہمارا نوجوان آسٹریلیا میں بات کر رہا ہے، امریکہ میں چیٹ کر رہا ہے۔ ان ایجادات اور سہولیات نے دراصل ہمیں عالمی شہری بنا دیا ہے۔ یہ سہولتیں ہمیں سرحدوں سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔ تاہم جہاں تک اس کے منفی پہلوؤں کا تعلق ہے وہ بھی بہت خطرناک ہیں۔ اگر ہم انھیں سامنے رکھیں گے تو منفی اثرات سے بچ جائیں گے، ورنہ ہمیں اسی عذاب سے گزرنے کے لئے تیار رہنا چاہیے، جس عذاب سے آج مغرب گزر رہا ہے۔ ہماری نوجوان نسل کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جن قوموں نے انسان کے روحانی اور کائنات کے روحانی پہلوؤں کو نظرانداز کیا ان کی اخلاقیات تباہ ہوگئیں۔ وہ اپنی مادی ضروریات کی تکمیل کے لئے دوسری قوموں کے استحصال کے راستے پر چل پڑیں۔ مغرب کے تاجرانہ ضمیر نے دوسری قوموں کو ''خریداروں کا سماج'' بنانے کا راستہ اختیار کر لیا ہے۔ اس کا آخر کار نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا۔ اس کا نتیجہ خود مغرب کے لئے بھی اچھا نہیں ہوگا۔

مغرب کی اندھادھند تقلید کے بجائے ایجادات کو قبول کرنے اور انھیں استعمال کرنے سے پہلے اپنے قومی اور انسانی اہداف کا تعین ضروری ہے۔ انہی اہداف کی روشنی میں ایجادات کا استعمال کیا جانا چاہیے۔ نت نئی ایجادات کے بے ہدف اور بے ہنگم استعمال سے جو ثقافت جنم لے رہی ہے وہ انسانیت کی تباہی کا پیغام لائے گی۔

☆☆☆

فکری تنزل کیسے ہوتا ہے؟

فتح داد برکی

فکر کا معاملہ دماغی صلاحیت سے منسلک ہے۔ یعنی کسی ایشو پر غور کرنا، پرکھنا، دیکھنا، پھر اس سے نتائج اخذ کرنا۔ غور و فکر اور پرکھنے دیکھنے کے بعد اخذ شدہ نتائج کو عقل عموماً ذہن میں راسخ کر لیتی ہے۔ اور عالم طبیعیات میں اس کا ایک مظاہرہ عمل بھی ہے۔ اور اگر عمل اس فکر کے تابع نہیں ہے تو ایسے ہی ہے جیسے کسی گدھے پر کتابوں کا بوجھ ہو۔

فکر اگر خالصتاً اپنے ہی ذہن کی پیداوار ہے تو اس میں تنزل کے مواقع بہت ہی کم ہوتے ہیں۔ کسی حوالے سے رائے کی تبدیلی فکری تنزل نہیں کہلا سکتا۔ اس لیے کہ وسیع قلب اور کھلے ذہن والے لوگ اپنی فکر کا ارتقائی راستہ بند نہیں کرتے۔ ایک وقت میں حکیم الامت علامہ اقبال مرزا قادیانی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ بعد میں اقبال کی رائے مرزا کے متعلق تبدیل ہوگئی، تو کسی نے اقبال کی توجہ اس فکری تبدیلی کی طرف مبذول کرائی تو علامہ نے کہا: "Only stones do not change" یعنی ''صرف پتھر تبدیل نہیں ہوتے۔'' ہمیں بھی کسی شخص کی فکری تبدیلی کو تنزل کی بجائے ارتقائی مراحل کے زاویے سے دیکھنا چاہیے اور کسی کے عمل کو اس کی فکر کے تابع نہ دیکھ کر تنقید اس کے عمل پر کرنی چاہیے نہ کہ فکر پر۔ کیونکہ فکر ایک مخفی چیز ہے اور عمل اس کا ایک چھوٹا سا مظہر۔ ہاں ایسا ضرور ہے کہ مسلسل فکر کے مخالف عمل اس فکر کو گزند پہنچا سکتا ہے۔

اگر فکر مستعار ہے تو معاملہ قدرے مختلف ہوگا۔ اس میں تنزل کے مواقع زیادہ اور تبدیلی کے کم ہوں گے۔ مستعار لی ہوئی فکر کی بقا مرکز سے جڑے رہنے میں ہے۔ جوں جوں مرکز سے دور ہوتے جائیں گے توں توں فکری تنزل بھی بڑھتا چلا جائے گا۔ دوسرا محرک جو مستعار لی ہوئی فکر کی بقا میں کارفرما ہوتا ہے، وہ خلوص ہے۔ اگر اس فکر میں خلوص بھرا ہے تو اس میں تنزل کے مواقع اور بھی کم ہو جائیں گے۔

اپنی اس بحث کے نتائج کو اگر ہم اپنی جماعت یعنی تنظیم اسلامی پر منطبق کریں تو پہلی چیز یہ سامنے آتی ہے کہ یہ فکر ہماری اپنی پیدا کردہ نہیں بلکہ بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد سے مستعار شدہ ہے، اور بانی محترم کی فکر کا سرچشمہ قرآن حکیم اور سنت رسولؐ ہے۔ پس ہمارے لیے لازم ہے کہ ہم ساتھی جنھوں نے یہ جانا کہ یہ فکر ہمارے دل کی آواز ہے، مرکز سے جڑے رہیں اور اپنی اس مستعار فکر کی آبیاری کے لیے خلوص کا پانی اور عمل کی کھاد ڈالتے رہیں، ورنہ ہم فکری تنزل کا شکار ہو جائیں گے۔

انسانی تاریخ بتاتی ہے کہ انسان مختلف ادوار سے گزرتا چلا آیا ہے۔ آج کا دور خالصتاً معاشیات کا دور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عملاً ہمارے لیے ہر چیز سے زیادہ دلفریب غم روزگار ہو گیا ہے۔ ہم معاشی حیوان بن چکے ہیں۔ ہمارے پاس خالق حقیقی سے لگاؤ اور شکر ادا کرنے کا وقت ہی نہیں ہے۔ اور اس پر مستزاد ہم پر 'مہذب' معاشرہ وتہذیب کی وہ یلغار ہے جو نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہے۔ اس چمک سے بچنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ہم پر رسومات کی وہ بوچھاڑ ہے کہ جس سے بچنے کے لیے معاشرہ بلکہ خونی رشتوں کی ناراضی مول لینا پڑتی ہے۔ اس مقصد کے لیے چیتے کا جگر چاہیے۔ ان سب چیزوں سے بڑھ کر ہمارا مخالف ہمارا اپنا نفس ہے۔ اس کی مخالفت تو سب سے زیادہ سخت چیز ہے۔ اسی لیے تو اس کے خلاف جہاد کو افضل جہاد قرار دیا گیا ہے۔ جس نظام کے تحت ہم زندگی بسر کر رہے ہیں، یہ دنیا کا مذہب بن چکا ہے۔ ساری دنیا نے اسے مذہب مان لیا ہے۔ اگر ہم اس ظالمانہ نظام کے خاتمے میں سنجیدہ ہیں اور ایک عادلانہ اسلامی نظام خلافت برپا کرنا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں اس نظام سے سازگاری سے اجتناب کرنا ہوگا۔ یہ عجیب بات ہوگی کہ ہم لاہور کی بس میں سوار ہوں اور دعائیں پنڈی پہنچنے کی کر رہے ہوں۔

بہرحال ان مشکل حالات میں مرکز سے جڑے رہنا ہی ہمارے لیے اصحاب کہف کی غار کا کام کرے گا۔

کیا ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کا دینی مقاصد کے لیے استعمال جائز ہے؟

الیکٹرانک میڈیا کے استعمال کے حوالے سے تین نقطۂ نظر

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

آج کل اخبارات میں الیکٹرانک میڈیا کے جواز اور عدم جواز پر بحث چل نکلی ہے۔ جہاں تک ہم نے اس مسئلے کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا ہے، ہمارے سامنے تین نقطۂ نظر آئے ہیں۔ گویا ٹی وی کے حوالے سے پوری اُمت تین گروپوں میں تقسیم ہے۔

ایک گروپ ان لوگوں کا ہے جو جواز اور عدم جواز کی بحث میں پڑتے ہی نہیں اور ٹی وی پر پیش کی جانے والی ہر الابلا بڑے شوق سے دیکھتے ہیں۔ خواہ وہ عشق و فسق کی ترغیب دینے والے ڈرامے ہوں یا فحاشی اور عریانیت کے قابل اعتراض مناظر پر مشتمل رقص وسرود کے پروگرام ہوں۔ ان حضرات کے نزدیک یہ سب کچھ نہ صرف جائز ہے بلکہ اپنی روشن خیالی کا ثبوت دینے اور جدید دنیا کے دوش بدوش چلنے کے لیے ضروری بھی ہے۔ ورنہ ماڈرن قومیں ہمیں دقیانوس، تنگ نظر، تاریک خیال اور بنیاد پرست سمجھیں گی۔ سرورِ دو عالم ﷺ نے سوا چودہ سو سال پہلے ان لوگوں کے بارے میں بتا دیا تھا: ''میری اُمت کے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور گانے بجانے کو حلال سمجھیں گے۔''

دوسرا گروپ ان حضرات پر مشتمل ہے جو ٹی وی اور اس سے ملتے جلتے آلات کو مطلقاً حرام سمجھتے ہیں حتیٰ کہ وہ قرآن اور صاحبِ قرآن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ہونے والے رکیک اعتراضات کا جواب دینے، دنیا بھر میں مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کی منظر کشی کرنے اور اسلام کی دعوت و تبلیغ، تلاوتِ قرآن اور نعت خوانی کے لیے بھی کسی ایسے آلے کے استعمال کی اجازت نہیں دیتے جس میں تصویر آتی ہو۔ ان حضرات کے خیال میں ناچ گانے میں استعمال ہونے کی وجہ سے ٹی وی ایسے غلیظ برتن کی حیثیت اختیار کر چکا ہے جسے کسی پاک مشروب کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ ان میں سے بعض ٹی وی کو نجس العین قرار دیتے ہیں جیسے پاک کرنے یا کسی نیک مقصد میں استعمال کرنا ممکن ہی نہیں۔

تیسرا گروپ ان اہل علم پر مشتمل ہے جو افراط و تفریط سے بچتے ہوئے ایک تیسرا راستہ تجویز کرتا ہے۔ وہ یہ کہ جو کچھ ٹی وی سے باہر دیکھنا ناجائز ہے وہ یہاں بھی ناجائز اور جو کچھ باہر جائز ہے ٹی وی پر بھی جائز ہے۔

پاک و ہند کے بہت سے مستند علماء اور مفتیانِ کرام کی رائے یہی ہے۔ اپریل 2005ء کو جمعیت علمائے ہند کے زیراہتمام ''ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کا دینی مقاصد کے لیے استعمال'' کے موضوع پر ملکی سطح پر ایک اجتماع ہوا تھا جس کی پہلی نشست میں کرناٹک، تامل ناڈو، آندھرا پردیش سے ایک ہزار سے زائد منتخب علماء، مفتیان اور موقر افراد شریک ہوئے۔ ویسے 150 سے زائد اصحاب افتاء اور اربابِ علم و دانش مسلسل تین دن شریک ہوئے جنہوں نے اپنے مقالات پیش کیے اور موضوع سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ان میں سے بعض نے جب ٹیلی ویژن کے استعمال کی سختی سے مخالفت کی، خواہ وہ دینی مقاصد کے لیے کیوں نہ ہو تو اس پر جمعیت علمائے ہند کے صدر حضرت مولانا سعد مدنی ﷫ خاموش نہ رہ سکے اور انہوں نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا: ''اتنی شدت مناسب نہیں۔ ہر چیز کو قطعی حرام قرار دینے سے کام نہیں چلے گا۔ علماء کو اُمت کو انتشار سے نکالنے کی صورت پر توجہ دینی چاہیے۔ لوگ ٹیلی ویژن یا قادیانیوں، عیسائیوں کی طرف سے نشر ہونے والے پروگراموں کو دیکھ کر مرتد ہو رہے ہیں۔ کیا لوگوں کو ارتداد سے بچانے اور ان تک صحیح معلومات پہنچانے کے لیے ایسی صورت نہیں نکالی جاسکتی جیسی کہ شناختی کارڈ، پاسپورٹ وغیرہ کے لیے تصویر کے سلسلے میں نکالی گئی ہے؟'' انہوں نے سوال اُٹھایا۔ (یہ بڑا اہم سوال ہے خاص طور پر ان لوگوں سے جو تصویر کی مطلقاً حرام کہنے کے باوجود نفلی عبادات اور مباح امور کے لیے تصویر کھنچواتے اور بار بار کھنچواتے رہتے ہیں) ''کیا نفلی حج، عمرہ یا بیرونی سفر کے لیے تصویر کھینچنے، کھنچوانے کی ضرورت کو تسلیم نہیں کیا گیا؟ کیا یہ ضرورت ضرورتِ اضطراری کے ذیل میں آتی ہے؟

حکیم الاسلام قاری محمد طیب نور اللہ مرقدہٗ کے صاحبزادے مولانا محمد سالم قاسمی دامت برکاتہم نے اپنے صدارتی کلمات میں بدلتے ہوئے حالات میں نئی ایجادات سے شرعی حدود میں رہتے ہوئے ان کے استعمال کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اسلام ایک عالمی مذہب ہے۔ اسے تمام انسانوں تک پہنچانے کے لیے ہر ممکن جائز طریقہ و ذریعہ اختیار کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ مسئلے کا مدار پروگرام پر ہے۔ جس کو دیکھنا سننا جائز ہے اس کا نشر کرنا بھی جائز ہے۔ جدید انفارمیشن ٹیکنالوجی نے جو صورتِ حال پیدا کر دی ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے مسئلہ کا حل نکالنا اصحابِ علم و افتاء کی ذمہ داری ہے۔

مولانا قاسمی نے مزید کہا: ''ٹیلی ویژن فی نفسہ آلہ اشاعت و معلومات ہے۔ اس سے شر کی بھی اشاعت ہوتی ہے اور خیر کی بھی۔ اسے مطلقاً جائز کہنا صحیح نہیں ہے۔ اس لیے جو باہر جائز ہے وہ آلہ کے اندر بھی جائز ہوگا۔ الیکٹرونک میڈیا کی اثر انگیزی اور وسعت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس پر باطل کی تردید کے ساتھ اسلام کی تعلیمات کو اس قوت سے پیش کریں کہ دشمنانِ اسلام دفاع کی پوزیشن میں آجائیں۔ مغربی میڈیا اسلام اور مسلمانوں کی صورت مکروہ بنا کر پیش کر رہا ہے۔ لہٰذا مقاصدِ شریعت کے تحت ٹی وی کے استعمال کی گنجائش ہونی چاہیے۔'' اگر پوری دنیا کا سروے کیا جائے تو اس سے ثابت ہوگا کہ ایسے لوگ جو مالی استطاعت رکھتے ہیں ان میں سے 98 فیصد گھرانوں میں ٹی وی موجود ہے جو کہ

> مولانا سالم قاسمی نے کہا: ''مغربی میڈیا اسلام اور مسلمانوں کی صورت مکروہ بنا کر پیش کر رہا ہے۔ لہٰذا مقاصدِ شریعت کے تحت ٹی وی کے استعمال کی گنجائش ہونی چاہیے۔''

آج کے دور کا سب سے مؤثر ذریعہ ابلاغ اور طاقت ور ہتھیار ہے۔ تجارت سے سیاست تک اور مذہب سے کھیل کے میدان تک زندگی کا کوئی شعبہ بھی اس کے اثرات سے محفوظ نہیں۔ کیا مرد اور کیا عورتیں، کیا بوڑھے اور کیا بچے اور جوان ہر کوئی اس سے متاثر ہوتا ہے۔ یہ تاثر اچھائی کا بھی ہوسکتا ہے اور برائی کا بھی۔ یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ اسے صرف شر کے لیے ایجاد کیا گیا ہے۔ یہ انٹرنیٹ، ریڈیو اور اخبارات کی طرح اشاعتِ خبر اور تبلیغ خیالات کا ایک آلہ ہے جسے خیر کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور شر کے لیے بھی۔ کلاشنکوف اور ریوالور اگر ظالم کے ہاتھ میں ہوگا تو مظلوموں کے لیے زندگی محال ہوجائے گی اور اگر مظلوموں کے ہاتھ میں ہوگا تو کم از کم اپنا دفاع تو کرسکیں گے ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ ظالموں کو راہِ راست پر لے آئیں۔

یہ ناچیز مفتی ہے نہ علامہ فہامہ اور نہ ہی اپنی رائے کو حرفِ آخر سمجھتا ہے۔ اربابِ علم و افتاء میں سے جس کی رائے پر دل مطمئن ہوتا ہے اس پر عمل کرلیتا ہے مگر اس کے برعکس رائے رکھنے والے علماء کا بھی دل سے احترام کرتا ہے۔ ہماری ناقص سوچ کے مطابق ان تینوں نقطۂ نظر میں سے موخر الذکر اعتدال کے زیادہ قریب ہے۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ عزیمت اور احتیاط اسی میں ہے کہ اپنے گھر کو ٹی وی نام کے آلے سے بچا کر رکھا جائے کیونکہ جب یہ گھر میں آئے گا تو اپنے ساتھ ہر قسم کے خرافات بھی لے آئے گا۔ ایسا نہیں ہے کہ کسی گھر میں یہ آلہ آجائے تو پھر یہ صرف خیر کے لیے استعمال ہو اور شر کے لیے استعمال نہ ہو۔ ہمہ وقت بچوں کی نگرانی بھی نہیں ہوسکتی۔ جو حضرات ٹیلی ویژن پر درسِ قرآن یا دوسرے دینی پروگراموں کی اجازت دیتے ہیں ان کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اب ہر شخص کو گھر میں ٹی وی رکھ لینا چاہیے یا یہ کہ ٹی وی پر جو کچھ پیش کیا جارہا ہے، ان کا دیکھنا بلاتمیز جائز ہوگیا۔ اگر ہم نے اباحیتِ مطلقہ کا راستہ اختیار کیا تو فتنہ و فساد کے ایسے سیلاب کا اندیشہ ہے جو سب کچھ بہا لے جائے گا۔ ویسے بھی دیکھا جائے تو انوار و برکات کی جو بارش مسجد اور خانقاہ میں ہونے والی مجالس پر برستی ہے، ٹی وی اس کا کہاں مقابلہ کرسکتا ہے؟ جواز کا فتویٰ دینے والے حضرات کی سوچ صرف یہ ہے کہ جن گھروں میں پہلے سے ٹی وی موجود ہے اور ہم ہر طرح کی افہام و تفہیم کے باوجود اسے ان گھروں سے نہیں نکال سکے اور اس کے ذریعے وہاں صرف شر کی ترسیل ہو رہی ہے، خدا کرے وہاں خیر کی بھی تبلیغ ہوسکے۔ شاید ہمارے متعدد قارئین کے علم میں یہ چیز نہ آئی ہو کہ اس سال 7 ستمبر کے موقع پر پاکستان کے سب سے زیادہ دیکھے جانے والے چینل نے ختم نبوت کے حوالے سے ٹی وی کی تاریخ میں پہلی بار خصوصی پروگرام نشر کیا تو اس نے دنیائے قادیانیت میں ایک زلزلہ سا برپا کردیا۔ یہ پروگرام پیش کرنے والے کو بے شمار فون کالز کے ذریعے قتل کی دھمکیاں دی گئیں اور اسے ایک فرقہ پرست شخص ثابت کرنے کے لیے میڈیا وار کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس کل تک جناب پرویز مشرف اور ان کے اتحادی اسلام کا ''روشن چہرہ'' قرار دیتے تھے مگر جونہی اس نے تحفظ ناموسِ رسالت اور ردِ قادیانیت کا نعرہ لگایا، اسے دقیانوسی، تاریک خیال اور نہ معلوم کیا کچھ کہا جارہا ہے۔

اس واقعے سے ثابت ہوگیا کہ گمراہ فرقوں کی پوری کوشش ہے کہ الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے ان کا پیغام تو دنیا کے ہر گوشے میں پہنچ جائے، مگر اہل حق کی آواز نہ پہنچ سکے اور اگر اہل حق خود بھی یہی فیصلہ کرلیں تو اس سے گمراہی کے سوداگروں کو جتنی مسرت ہوگی اس کا اندازہ کرنا زیادہ مشکل نہیں۔

☆☆☆

> وہ حضرات جو ٹی وی اور اس سے ملتے جلتے آلات کو مطلقاً حرام سمجھتے ہیں اُنھیں اس سوال پر غور کرنا چاہیے کہ کیا نفلی حج، عمرہ یا بیرونی سفر کے لیے تصویر کھینچنے، کھنچوانے کی ضرورت کو تسلیم نہیں کیا گیا؟ کیا یہ ضرورتِ ضرورتِ اضطراری کے ذیل میں آتی ہے؟

پریس ریلیز 23 دسمبر 2009ء

جنوبی وزیرستان آپریشن کے اخراجات قرضے معاف کروانے والوں سے ریکوری کرکے پورے کیے جائیں

چیف جسٹس آف پاکستان لٹیروں سے قومی دولت جلد از جلد واپس لینے کے لیے اعلیٰ سطحی عدالتی کمیشن قائم کریں

ڈاکٹر اسرار احمد

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ جنوبی وزیرستان آپریشن کے اخراجات قرضے معاف کروانے والوں سے ریکوری کرکے پورے کیے جائیں۔ غریب عوام جو پہلے ہی مہنگائی کی چکی میں پس رہے ہیں اور آئے دن پیٹرول اور بجلی کی قیمتیں بڑھا کر ان کی زندگی مزید اجیرن کردی جاتی ہے ان پر فیڈرل بورڈ آف ریونیو (FBR) 16 ارب کے نئے ٹیکس نہ لگائے۔ انہوں نے کہا کہ اگر حکمران ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کی معاشی غلامی سے نکلنا چاہتی ہے تو 1971 افراد سے 193 ارب روپے اگلوائیں۔ انہوں نے چیف جسٹس آف پاکستان سے استدعا کی ہے کہ وہ چند لٹیروں سے قومی دولت جلد از جلد واپس لینے کے لیے اعلیٰ سطحی عدالتی کمیشن قائم کریں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

"فتح وزیرستان" کے بعد کیا ہوگا؟

ظفر عمر خاں فانی

فتح وزیرستان (گوریلوں کے سامنے سے ہٹ جانے) کے بعد وہی ہوگا جو انگریزوں کے زمانے میں ہوتا تھا۔ وزیرستان پاکستانیوں کے لیے نوگو No Go ایریا بن جائے گا۔ رزمک کے قلعے میں رسد پہنچانے کے لیے پاک فوج کو سڑک کے اطراف کی پہاڑیوں پر قبضہ کرنا پڑے گا اور پھر رسد کا قافلہ اس سڑک پر سے گزر سکے گا۔ تمام گزرگاہوں اور راستوں پر گھات سے گولی چلانے والوں (Snipers) کا راج ہوگا اور ان کا قلع قمع کرنا پاکستان کے لیے انتہائی دشوار ہوگا۔ وزیرستان پر ہونے والے جنگی اخراجات ناقابلِ برداشت ہوں گے۔ گوریلوں کے اخراجات کے مقابلے میں باقاعدہ فوجوں کے اخراجات سینکڑوں گنا زیادہ ہوتے ہیں۔ کیا ہم نے افغانوں کی تاریخ نہیں پڑھی تھی کہ ہم نے بھڑوں کے اس چھتے کو چھیڑ دیا جن کا ڈنک وزیرستانیوں کو مسلمان بھائی قرار دیتے ہوئے رزمک کا قلعہ خالی کر کے قائداعظم نے نکال دیا تھا؟ کیا اس جنگ میں جو بے گناہ بوڑھے، عورتیں اور بچے ہوائی حملوں اور توپوں کی گولہ باری میں مارے جا رہے ہیں، ان کے بھائی اور بیٹے ان کے خون کو معاف کر دیں گے؟ لال مسجد اور مدرسہ حفصہ پر حملہ کر کے پاکستان نے کیا حاصل کیا، سوائے اس کے کہ سیاحوں کی جنت سوات کے پُرامن لوگوں کو ہتھیار اُٹھانے پر مجبور کر دیا۔ اب امریکہ کی چاکری میں وزیرستان پر حملہ کر کے پاکستان کیا حاصل کرے گا؟ کم از کم ایک لاکھ اضافی فوجوں کی (جنوب اور مشرق کے بجائے) مغرب میں مستقل تعیناتی اور سالانہ اربوں روپے کے اضافی جنگی اخراجات کے باوجود قبائل کی سرکشی جاری رہے گی۔ (اس آپریشن سے وہاں عقابوں کے بجائے فاختاؤں کی آبادی تو نہیں ہو جائے گی!) جبکہ بھارت سے کشمیر کی سرحد پر چوکسی اور مدافعت کے اسی حد تک کم ہونے سے بھارت کو جارحیت کے ذریعے "اکھنڈ بھارت" بنانے کا موقع ملے گا۔

ہم وزیرستان فتح نہیں کر رہے بلکہ پاکستان کی قبر کھود رہے ہیں۔ وزیرستان کیونکر فتح کیا جاسکتا ہے۔ گوریلا جنگ میں علاقے فتح نہیں کیے جاتے۔ یہ تو "مارو اور بھاگو" کی جنگ ہوتی ہے۔ آپ کی فوج آئے گی تو گوریلے کہیں اور چلے جائیں گے، پھر دوسری جگہ سے حملہ کریں گے۔ اور یہ سلسلہ جاری رہے گا، یہاں تک کہ فوج تھک کر چور اور بے حوصلہ ہو جائے گی اور حکومت فوج کے مسلسل بڑھتے ہوئے اخراجات سے دیوالیہ۔ الجزائر کو آزادی اس وقت ملی جب فرانس الجزائری گوریلوں سے لڑ کر دیوالیہ ہوگیا۔ صرف 9 ہزار گوریلوں نے چار لاکھ ہر طرح سے مسلح باقاعدہ فوج کو ملک خالی کرنے پر مجبور کر دیا۔ سائپرس (قبرص) کے 100 سو گوریلوں نے 40 ہزار برطانوی فوج کو تھکا کر آزادی حاصل کی۔ فوج اور گوریلوں کی جنگ میں فتح ہمیشہ ہلکے پھلکے گوریلوں کی ہوتی ہے، جبکہ فوج اپنے وزن سے خود ہی زمین بوس ہو جاتی ہے۔ پاکستان کو اس حشر سے بچانے کی ضرورت ہے۔ اس لیے ہمیں امریکہ کی کرایہ کی فوج کا کردار ترک کر کے مذاکرات کے ذریعے وزیرستان میں امن قائم کرنا چاہیے۔ وزیرستان والے پاکستان کے شہری ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے۔ ان کے سامنے اس کے علاوہ دوسرا راستہ نہیں ہے۔ اور جن کو انہوں نے پناہ دی ہے اور رشتہ دار بنایا ہے، پاکستان کو اس پناہ اور رشتوں کو بھی تسلیم کرنا ہوگا۔ ان کے پاس بھی اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔

النصر لیب
ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ڈیجیٹل ایکسرے، ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی جدید اقسام، کلر ڈاپلر، 4-D، T.V.S، ایکو کارڈیوگرافی، Lungs Function Tests اور OPG (Dental) X-Ray کی سہولیات
مستند اور تجربہ کار ڈاکٹرز کی زیر نگرانی
تصدیق شدہ ادارہ
ISO 9001:2000
ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت
خصوصی پیشکش
الٹرا ساؤنڈ (پیٹ)، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method)، مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔
صرف -/2500 روپے میں
تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔
نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے
B-950 فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور
Ph: 3 516 39 24, 3 517 00 77 Fax: 3 516 21 85
Mob: 0300-8400944, 0301-8413933 E-mail: info@alnasarlab.com

آخری صلیبی معرکہ اور پاکستان

ترجمہ: محمد فہیم

عابد اللہ جان کی معرکہ آرا کتاب
"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"
کا قسط وار اُردو ترجمہ

دُنیا نے 7 اکتوبر 2001ء کو شروع ہونے والی آخری صلیبی جنگ کے آغاز کو کماحقہ محسوس نہیں کیا۔ یہ جنگ دراصل پہلے ہی سے اقتصادی پابندیوں، طالبان مخالف مہم اور دیگر حربوں کی شکل میں شروع ہو چکی تھی۔ طالبان کو ضرورت تھی کہ ان کو سفارتی سطح پر تسلیم کیا جائے، مگر ایسا کرنے کو درخور اعتنا نہیں سمجھا گیا۔ مذہبی جذبات کے زیرِ اثر امریکی اور برطانوی حکومتیں طالبان کے خلاف صلیبی جنگ شروع کرنے میں اکیلی نہیں تھیں۔ پاکستان کی فوجی حکومت نے بھی اس جنگ میں جو 9/11 کے مابعد شروع کی گئی، اپنا بھرپور حصہ ڈالا۔ جنرل پرویز مشرف نے امریکیوں کو کھلی چھوٹ دینے میں کسی قسم کی پس وپیش نہیں کی کہ وہ طالبان اور معصوم افغانیوں کا خون بہائیں۔ اس نے امریکہ کو خوش رکھنے کے لیے افغان بچوں کو براہ راست نشانہ بنانے میں ظالمانہ کردار ادا کیا۔ بی بی سی کی ایک رپورٹ بعنوان ”پاکستان پر مہاجروں کے مصائب کا الزام“ کے مطابق اقوام متحدہ کے ایک ترجمان کرس جانوسکی نے بی بی سی کے نمائندہ کو بتایا کہ امریکی دباؤ کے تحت جلوزئی کیمپ میں راشن کی سپلائی بہت ہی کم کر دی گئی جس کی وجہ سے بڑی تعداد میں بچے روزانہ موت کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں۔ اقوام متحدہ کے ہائی کمشنر برائے مہاجرین کی رپورٹ کے مطابق 3150 پناہ گاہیں بارش کی نذر ہو چکی ہیں، راہداریاں گندی نالیوں میں تبدیل ہو چکی ہیں اور انسانی فضلہ کی بدبو کیمپ میں پھیل چکی ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: ”ان ستم رسیدہ لوگوں کی مدد سے انکار ناقابل فہم معاملہ ہے، کیونکہ اس سے تو کسی کا بھی کوئی بھلا نہیں ہوتا۔“ اقوام متحدہ میں پاکستان کے سفیر اپنے ملک کے اِس موقف پر ڈٹے رہے۔ پاکستان دراصل اقوام متحدہ کی طرف سے عائد پابندیوں کا (مہاجرین پر) اطلاق کر کے طالبان کو سزا دینا چاہتا تھا۔ خشک سالی کی وجہ سے فصل خوفناک حد تک متاثر ہو چکی تھی۔ بی بی سی کے مطابق ڈونر ممالک یو این ایچ سی آر کی کارروائیوں کے لیے فنڈز مہیا کرنے سے انکار کر رہے تھے، کیونکہ وہ طالبان حکومت کی کارروائیوں پر ناراض تھے۔ خصوصاً طالبان کے ہاتھوں بدھا کے مجسموں کی تباہی ان ملکوں کی مدد سے انکار کا سبب بنی۔ پاکستان نے بھی مجسموں کے حق میں احتجاج کے طور پر انسانوں کو مروانے کے کام میں شرکت اختیار کی۔ اس نے اقوام متحدہ میں یہ (مضحکہ خیز) دلیل پیش کی ”کہ پاکستان میں ایک بڑا اور مؤثر ریلیف آپریشن سرحد کے اس پار سے مزید ہزاروں پناہ گزینوں کے لیے کشش کا باعث ہوگا۔ اس لئے بچوں کو مرنے ہی دیا جائے (تاکہ مزید مہاجرین کی آمد سے بچا جا سکے) اس طرح پاکستان نے 21ویں صدی کی صلیبی جنگ کا آغاز کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اس نے طالبان کو قربانی کا بکرا بنا دیا۔

افغانستان کی ایک کروڑ 80 لاکھ آبادی میں سے 15 لاکھ کا قتل، 10 لاکھ کو معذور کرنا اور 60 لاکھ کی ملک بدری کے جو مظالم روس نے روا رکھے تھے، انھیں بھلا دیا گیا۔ جبکہ روئے زمین پر سب سے زیادہ وحشی انسانوں کے طور پر طالبان کی طرف انگلی اٹھا دی گئی۔

جس وقت دُنیا بامیان میں بے جان مجسموں کا ماتم کر رہی تھی، اسی وقت سات سو بچے خوراک کی کمی اور سردی کی وجہ سے موت کے منہ میں جا رہے تھے، مگر اس جانب کوئی توجہ کرنے کو تیار نہ تھا۔ صلیبی نہ صرف افغانوں بلکہ کل روئے زمین پر مسلمانوں کے مستقبل کی تباہی میں منہمک رہے، بلکہ وہ ہر ایک کو افغانستان کے ماضی پر متفکر ہونے پر مجبور کر رہے تھے۔ تمام قوم کو قحط سے مروانے کے لیے اقتصادی پابندیاں لگ چکی تھیں۔ یونیسکو اور ناروے اور سویڈن کی بعض این جی اوز بامیان میں مجسموں کو از سر نو مرتب کی خاطر ایک پراجیکٹ لے آئیں۔ جب طالبان نے ان سے کہا کہ وہ یہ رقم بھوک اور سختی سے مرنے والے بچوں پر خرچ کریں، تو انھیں بتایا گیا کہ یہ رقم صرف اور صرف اِن مجسموں پر خرچ کرنے کے لیے ہے۔ یہاں تک کہ کوفی عنان بہ نفس نفیس طالبان کے نمائندوں سے بات کرنے کے لیے اسلام آباد کا یاترا کر گئے، تاکہ مجسموں کے متعلق ان سے گفتگو کرے، لیکن اس نے اسی وقت بھوک سے مرنے والے ان بچوں کے متعلق کسی قسم کی گفتگو کرنا گوارا نہ کیا۔

طالبان کے گشتی سفیر رحمت اللہ ہاشمی نے اس موقع پر طالبان کی پالیسی کے متعلق یو ایس اے میں جو لیکچر دیا وہ اُن کی جرأت ایمانی کو واضح کرتا ہے۔ اُنہوں نے کہا: ”مجسموں کا معاملہ ایک آسان حیلہ تھا، جو بچوں کی ہلاکتوں سے توجہ ہٹانے کے لیے مؤثر طور پر استعمال کیا گیا۔ لیکن اگر ہمیں ان بتوں کو برباد کرنا ہی ہوتا تو تین سال پہلے ایسا کرتے جبکہ بامیان پر ہمارا قبضہ ہو چکا تھا۔ ہم ان کو اڑانا نہیں چاہتے تھے۔ اب کا یہ فیصلہ ہمارا نہیں۔ یہ علماء اور عوام کا فیصلہ ہے اور اس کی توثیق سپریم کورٹ بھی کر چکی ہے۔ ہمیں اس فیصلہ کو مسترد کرنے کا اختیار حاصل نہیں۔ او آئی سی سے متعلق حضرات اور مختلف ملکوں سے وزراء بھی جمع ہو گئے ہیں، جو ان مجسموں کی ”جان“ بچانا چاہتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان کی تشویش کی وجہ سے ان کو نہیں اڑایا جائے گا۔ لیکن ذرا دیکھیں، یہ کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ ان کو ان بچوں اور لوگوں کی کوئی پروا نہیں جو یہاں مر رہے ہیں۔ ان کو اس بیرونی مداخلت کا بھی کوئی خیال نہیں، جو اب بھی جاری ہے، ان کو تو صرف مجسموں کا غم ہے۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ ان کو ہمارے

> **طالبان سفیر سید رحمت اللہ ہاشمی نے کہا:**
> ”ہمارے لیے ہمارا نظریہ ہی سب کچھ ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ کسی مقصد کی خاطر مرنا کسی مقصد کے بغیر جینے سے بہتر ہے“

> طالبان کا "جرم" یہ ہے کہ انہوں نے ایک آزاد اسلامی معاشرہ کے قیام کی فکر متعارف کرائی
> جس میں بقیہ مسلم ممالک کے لیے ایک نمونہ بننے کی پوری صلاحیت موجود تھی
> ورنہ اسلامی سزائیں تو سعودی عرب میں بھی نافذ ہیں اور دور جدید کے
> صلیبی تخت سعود اور بادشاہ کی محافظت کر رہے ہیں

ثقافتی ورثے کی کوئی پروا نہیں۔ وہ صرف اپنے تفریحی مقامات کے لیے فکر مند ہیں۔ جب ان کو مجسمے نظر آتے ہیں تو ان کو تفریح گاہ خوش کن لگتی ہے۔ انھیں ہمارے لوک ورثہ کی کوئی فکر نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر انھیں ہمارے ماضی کا کچھ پاس ہوتا، تو وہ ہمارے مستقبل کو تباہ کرنے پر کمر بستہ نہ ہوتے۔ میرا ایمان ہے کہ ان کی ہماری حکومت پر پابندیاں ہمیں بدل نہیں سکتیں، کیونکہ ہمارے لئے ہمارا نظریہ سب کچھ ہے۔ اقتصادی پابندیاں ہمیں اپنے موقف میں تبدیلی لانے کے لیے کارگر ثابت نہیں ہوسکتیں۔ یہ پابندیاں امریکہ میں کارگر ہوسکتی ہیں جہاں اقتصادیات ہی سب کچھ ہے۔ ہمارے لئے تو ہمارا نظریہ ہی سب کچھ ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ کسی مقصد کے لیے مرنا بہتر ہے بجائے اس کے کہ کسی مقصد کے بغیر زندہ رہا جائے"۔

طالبان کے کشتی سفیر کے درج بالا بیان سے طالبان کے "جرم" کا اقرار ہوتا ہے۔ مجسموں کے توڑنے یا کسی اور الزام کی کوئی وقعت ہی نہیں۔ جو کچھ ہوا وہ طالبان کے اپنے نظریہ کے برملا اقرار اور اُس سے چمٹنے کے عزم کی وجہ سے ہوا۔ اسی سے صلیبیوں کو تکلیف محسوس ہوئی۔ پاکستان کے حکمران اور بہت سے دوسرے عناصر بھی اس چیز سے بیزار تھے۔ طالبان کا سب سے بڑا جرم یہ ہی تھا کہ وہ اسلام کو قائم کرنے اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کے "جرم" کا پختہ ارادہ کیے ہوئے تھے جسے کروسیڈرز سزا دیئے بغیر نظر انداز نہیں کرسکتے تھے۔

چند اسلامی سزاؤں کا نفاذ ایک چیز ہے، جبکہ ایک اسلامی معاشرے یا اسلامی طرز حکومت کا قیام ایک اور شے ہے۔ جہاں تک ہاتھ کاٹنے اور سر قلم کرنے کا تعلق ہے تو سعودی عرب واحد ملک ہے جہاں ایسی سزائیں نافذ العمل ہیں۔ لیکن دور جدید کے صلیبی تخت سعود اور بادشاہ کی محافظت کر رہے ہیں، وجہ صاف ظاہر ہے۔ سعودی عرب میں نہ تو امت کو متحد کرنے کی صلاحیت ہے اور نہ ہی اس کے بادشاہ امت کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے سکتے ہیں۔ وہ دُنیا کے بدترین استبدادی کٹھ پتلی حکمران ہیں، جبکہ طالبان نے ایک آزاد اسلامی معاشرہ کی قیام کی فکر متعارف کرائی جس میں بقیہ مسلم ممالک کے لیے ایک نمونہ بننے کی پوری صلاحیت موجود تھی۔

طالبان کے پاس اور کچھ نہیں تھا سوائے چند افکار اور محدود وسائل کے۔ ان کی سرگرمیوں اور خیالات سے جو سوالات ابھر رہے تھے ان کے جوابات آنے ضروری تھے۔ اور وہ یہ کہ امت کے لیے کتنے امکانات ہیں کہ وہ کسی براہ راست یا بالواسطہ نوآبادیاتی تسلط سے آزاد ایک حقیقی اسلامی معاشرہ اپنا کر رہ سکے۔ یہی تو افکار (نظریہ) تھے جن کے خلاف اعلان جنگ کیا گیا۔ اس سلسلہ میں آیئے باربرا کردیٹ کی 30 ستمبر 1998ء کے نیویارک ٹائمز میں شائع شدہ نیوز سٹوری کے ابتدائی دو پیراگراف پڑھیں، جو صلیبیوں کے اہم ترین مطالبات پر سے پردہ اٹھاتے ہیں۔

"کافی دور (Queen,s) کوینز کی تیسری منزل میں واقع اپنے چھوٹے سے دفتر میں طالبان نمائندہ اس انتظار میں بیٹھا تھا کہ اسے سنا جائے۔ یہ وہی طالبان ہیں جن کا ایک صوبے کے ایک چھوٹے سے قصبے کے علاوہ تمام افغانستان پر قبضہ ہوچکا ہے اور دو سال سے کابل پر حکومت کر رہے ہیں۔"

اور دوسرا پیرا ہے:

"اقوام متحدہ یو این او میں افغانستان کی نشست کو اسلامی امارت پر دباؤ ڈالنے کے لیے بطور ہتھیار استعال کر رہا ہے کہ وہ اپنی پالیسیاں بدل دیں۔ ساتھ ہی وہ ان پر ایسی مخلوط حکومت مسلط کرنا چاہتا ہے جو آخر کار سیکولر ہی ہوگی۔" (طالبان حکومت کے اہم سفارت کار عبدالحکیم مجاہد کے الفاظ)

جس طرح صدام حسین ہر قسم کے مطالبہ کو ماننے پر اس لئے تیار ہوا کہ وہ یہ ثابت کرسکے کہ اس کے پاس کسی قسم کے تباہ کن ہتھیار (WMD) نہیں مگر اس کی کوئی نہیں سنی گئی، اسی طرح طالبان نے بھی یہ ثابت کرنے کی بھتیری کوشش کی کہ ان کا دہشت گردی اور دوسرے لگائے گئے الزامات سے کوئی تعلق نہیں مگر ان کی کوششیں کامیاب نہ ہوسکیں۔ ان کے خلاف عدالتی کاروائی سے پہلے ہی فیصلہ صادر ہوچکا تھا۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ خود ہی مدعی بھی تھا، جج تھا اور خود ہی وکیل بھی اور حق تنفیذ بھی اُسی کے ہاتھ میں تھا۔

یکم فروری 2000ء کو اسلام آباد میں منعقدہ ایک پریس کانفرنس میں متعدد سوالات کے جواب میں سینئر افغان رہنما ملا محمد ربانی نے بتایا کہ ان کی حکومت نے بین الاقوامی برادری کے شکوک وشبہات کو رفع کرنے کے لیے کئی ایک تجاویز پیش کی ہیں، لیکن ان پر مثبت ردعمل نہیں آیا۔ ہم نے امریکہ کے سامنے بھی کئی تجاویز پیش کیں اور مسئلہ کا حل بھی سامنے رکھا۔ میرا خیال ہے کہ یہ مسئلہ صرف باہمی گفتگو ہی کے ذریعے حل کیا جاسکتا ہے۔ اس کا اور کوئی طریقہ نہیں۔ ملا ربانی نے اپنی حکومت کے اس عزم کا بھی اعادہ کیا افغانستان ہر قسم کی دہشت گردی کے خلاف ہے، وہ جیسی بھی ہو اور کہیں بھی ہو اور اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ افغانستان ایک اسلامی ریاست ہے۔ انھوں نے زور دے کر کہا کہ "اسلام ہر قسم کی دہشت گردی کے خلاف ہے۔" انھوں نے مزید کہا کہ طالبان کونسل آف منسٹرز پاکستان کی اس تجویز کا خیر مقدم کرتی ہے کہ افغانستان کے اندرونی سول مسئلہ کے حل کے لیے شمالی اتحاد کے ساتھ مذاکرات از سرنو شروع کیے جائیں۔ ہم نے پاکستان کی تجویز کے جواب میں کہا تھا کہ ہم نے ہمیشہ گفت وشنید پر رضامندی ظاہر کی ہے۔"

طالبان حکومت کے خلاف صلیبیوں کے ارادے اس وقت طشت از بام ہوگئے، جب انھوں نے 20 اگست 1998ء کو افغانستان پر کروز میزائیلوں کی بارش کردی۔ امریکی لیڈروں نے اعلان کیا کہ یہ فوجی حملے ایک بڑی مہم کا پیش خیمہ ہیں۔ امریکی سیکرٹری آف سٹیٹ میڈیلین البرائٹ نے 21 اگست 1998ء کو اخباری نمائندوں سے باتیں کرتے ہوئے کہا "میں سمجھتی ہوں کہ امریکیوں کو یہ جاننا ضروری ہے کہ ہمیں ایک لمبی کشمکش کا سامنا ہے"۔ دراصل واشنگٹن انتظامیہ افغان حکومت کی معقول تجاویز پر کان دھرنے کو تیار ہی نہیں تھی۔ اور ان کی طرف سے کسی بھی قسم کی پیشکش کو خاطر میں لائے بغیر حملہ کا فیصلہ پہلے ہی سے کرلیا گیا تھا۔ طالبان پر دہشت گردی یا دہشت گردی میں مدد دینے کے الزام کو افغانستان پر حملہ کرنے کے لیے بہانہ بنایا گیا، ورنہ درحقیقت یہ تمام الزامات بالکل ہی بے بنیاد تھے۔ (جاری ہے)

☆☆☆

بشارت اور قربانی کا سال

اوریا مقبول جان

ہماری دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں۔ ہم روز اپنے پیاروں کو زخم زخم حالت میں اُٹھاتے ہیں۔ انہیں اپنے ہاتھوں سے منوں مٹی تلے دفن کرتے ہیں۔ ہچکیوں، آہوں اور آنسو بھری آنکھوں سے آسمان کی جانب دیکھتے ہیں۔ پھر بھی ہم پر رحم کیوں نہیں کیا جاتا۔ ہمارے گھر بے امان ہو چکے ہیں۔ ہمارے شہر فتنہ و فساد کا مرکز بن چکے ہیں۔ ہمارے بے گناہ معصوم بچے اور عورتیں راہ چلتے موت کی آغوش میں جا رہے ہیں۔ ہم پر یہ کیسی آفت مسلط ہے، ہماری عبادت گاہیں محفوظ ہیں نہ بازار۔ ہمارے علماء فتوے پر فتوے جاری کرتے ہیں لیکن ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ان کے فتوے اتنے بے اثر کیوں ہو گئے ہیں۔ وہ جوان کے پیچھے پانچ وقت نماز ادا کرتے ہیں۔ ان کے خطاب پر جوش میں آ کر نعرے لگاتے ہیں۔ ان کے لیے کٹ مرنے کو تیار ہوتے ہیں۔ پھر ان کے اجتماعی فتووں کو مان کر دہشت گردی ترک کیوں نہیں کر دیتے۔

اس طرح کے بہت سے سوالات ہیں جو میری قوم کے لوگوں کے ذہنوں میں روز اُٹھتے ہیں اور وہ ان کا کوئی تسلی بخش جواب نہ پا کر ایک مضطرب دن گزارتے ہیں اور بے چین نیند سو جاتے ہیں۔ لیکن نہ ہمارے ارباب اختیار میں اور نہ عام لوگوں میں سے کوئی اس اضطراب، بے چینی، افراتفری اور بے سکونی کی وجہ دریافت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور نہ ہی کسی کو اتنی فرصت ہے۔ ہم روز میڈیا پر گرتی لاشوں اور بہتے خون کا تماشا دیکھ کر چند بیانات دیتے ہیں۔ جو جس کا مخالف ہے سارا الزام اُس پر تھوپتا ہے اور پھر اعلان کرتا ہے کہ ہم جنگ جاری رکھیں گے۔ جس کے پیارے مرتے ہیں وہ آسمان کی سمت ہاتھ اُٹھا کر بددعائیں دیتا ہے، آنسو بہاتا ہے، حکومت کا نااہلی کا رونا روتا ہے اور پھر اگلے دن کے انتظار میں سو جاتا ہے جبکہ اگلا دن اسی طرح کے ایک اور منظر نامے کا انتظار کر رہا ہوتا ہے۔ دنیا کی تاریخ شاہد ہے کہ اگر یہ جنگ ہے تو دنیا میں کوئی جنگ آج تک فتووں سے نہیں جیتی گئی۔ اگر یہ افراتفری اور انتشار ہے تو دنیا کے کسی ملک نے آج تک انتشار کی وجوہات کو ختم کیے بغیر اس پر قابو نہیں پایا۔

لیکن مخبر صادق سید الانبیاء ﷺ نے اپنی اُمت کو ایسے حالات سے باخبر کر دیا تھا۔ حدیث کی تمام کتابوں کے ابواب الفتن اُٹھا کر دیکھ لیں۔ آپ ﷺ نے مدتوں پہلے ان فتنوں کی پیش گوئیاں فرما دی تھیں۔ آپ ﷺ نے اسے نہ حالت جنگ کہا اور نہ انتشار اور افراتفری، بلکہ میرے ہادیٔ برحق ﷺ نے اسے عذاب سے تعبیر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی اُمت کے بارے میں میری دو دعائیں قبول ہوئیں۔ اللہ میری اُمت پر کسی دشمن کو اس طرح غالب نہیں کرے گا کہ وہ اس کی جڑ کاٹ دے۔ اس اُمت کو قحط یا سیلاب میں ڈبو کر ہلاک نہیں کرے گا۔ لیکن جو دعا قبول نہیں ہوئی وہ یہ تھی کہ مسلمان خود ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے، قید کریں گے اور عذاب کا مزا چکھیں گے۔ میرے رسول ﷺ نے اس کیفیت کو عذاب سے تعبیر کیا ہے جو ہم پر مسلط ہے۔ اور اس عذاب کی نشانیاں بتائی ہیں۔ ترمذی شریف کی وہ مشہور حدیث جس میں آپ ﷺ نے فرمایا، جب غنیمت کو ذاتی دولت ٹھہرایا جائے اور امانت کو غنیمت سمجھا جائے، شرعی علم دین کے لیے نہیں بلکہ دنیا کے لیے پڑھا جائے آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے، اپنے دوست کو نزدیک اور باپ کو دور رکھے، مساجد سے بے ہنگم آوازیں ظاہر ہوں، فاسق و فاجر شخص اپنے قبیلے کا سردار بن جائے، قوم کا سردار ذلیل اور کمینہ شخص ہو، آدمی کے شر سے ڈرتے ہوئے اُس کی عزت کی جائے، گانے بجانے والیاں اور باجے ظاہر ہوں، شراب پی جائے اور اُمت کے لوگ پہلے گزر جانے والوں پر لعنت کریں تو پھر انتظار کرو سُرخ ہواؤں کا، زلزلوں کا، زمین میں دھنس جانے کا، صورتیں بدلنے کا، پتھروں کے برسنے کا، پے در پے آفتوں کا جیسی موتیوں کی لڑی ہو جو ٹوٹ جائے اور دانے مسلسل گر رہے ہوں۔ دُرِ منثور میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اور بھی بہت سی نشانیاں ہیں۔ آپ ﷺ نے کہا جب لوگ سود کھانے اور جھوٹ کو حلال کہنے لگیں، انصاف کمزور ہو جائے، جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا کہا جائے، امیر وزیر جھوٹ کے عادی ہوں، عالم اور قاری بدکار ہوں، مساجد میں نقش و نگار کیے جائیں، غیر اللہ کی قسمیں کھائی جائیں، علم صرف دنیاوی ضرورت کے لیے حاصل کیا جائے۔ ترمذی شریف کی ایک اور حدیث میں ہے کہ جب ملاقات کے وقت سلام کرنے کی بجائے دل لگی کی خاطر ایک دوسرے کو گالیاں دی جائیں، زنا کثرت سے ہو، عورتیں زیادہ ہوں اور بے پردہ جسم کی نمائش کے لیے باریک لباس زیب تن کریں تاکہ لوگوں کو فریفتہ کریں، اگر براہ راست سود نہ بھی لیا جائے تو بھی اس کا غبار ضرور پہنچ کر رہے، معمولی بچہ بھی بوڑھے آدمی کو تنگ دستی کی وجہ سے جھڑک دے، جب انسان کا اصل مقصود شکم پروری اور دین خواہش پرستی ہو تو ایسے میں نیکوکار اور مقبول بندے مسلمانوں کے لیے دعا کریں گے مگر قبول نہ کی جائے گی۔

> ہم نے اللہ سے مدد طلب کرنے کی بجائے فتووں سے مدد طلب کی۔ کاش فتویٰ دینے والے کہتے،
>
> اُٹھو اس شہر کے کسی بڑے میدان میں سب کو جمع کرو اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو

سید الانبیاء ﷺ کی ان بشارتوں کا خوف تھا کہ وہ جو اہل نظر تھے، صاحبان حال تھے گزشتہ تین سالوں سے اس قوم کو صرف ایک بات کہہ رہے تھے، رو رو کر صرف ایک التجا کر رہے تھے کہ تم سب حالت عذاب میں ہو، اس لیے اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو، اجتماعی استغفار کرو۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ جو منبر و

محراب پر بیٹھے تھے، جن کے دلوں میں قرآن کا علم اور حدیث کی نعمت موجود تھی وہ بھی تقریریں کرتے رہے، بیان دیتے رہے، جلوس نکالتے رہے، کتابیں، پمفلٹ اور بیانات شائع کرواتے رہے لیکن اس قوم کو اس حالت عذاب سے نکلنے کے لیے پاگلوں کی طرح کسی میدان میں جمع ہو کر ہچکیوں، آنسوؤں، سسکیوں اور آہوں کے ساتھ اپنے اللہ کے سامنے استغفار اور معافی کی طرف نہیں بلاتے رہے۔ جو صاحبان اقتدار تھے وہ تو آج تک دعووں سے باز نہیں آتے۔ ہر کسی کے اندر تکبر نے اس قدر ڈیرا ڈال رکھا ہے کہ کوئی کہتا ہے ہم نے جنگ جیت لی، کوئی کہتا ہے ہم نے کمر توڑ دی ہے، کوئی آواز بلند کرتا ہے، ہم نے اس شہر کا امن و امان برقرار رکھا ہوا ہے۔ انہیں اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا کہ کسی بستی کو امن سے بھر دینے کا دعویٰ تو صرف میرے اللہ کا ہے۔ وہ جب بھی اپنی نعمتوں کا ذکر کرتا ہے جن کا شکر ادا کرنے کو فرماتا ہے تو ان میں خاص طور پر امن کا تذکرہ کرتا ہے۔ ہم نے دنیا اور دنیاداروں کی طرف رجوع کیا۔ اسباب جنگ کی طرف پلٹے۔ اللہ سے مدد طلب کرنے کی بجائے فتووں سے مدد طلب کی۔ کاش فتویٰ دینے والے کہتے، اُٹھو اس شہر کے کسی بڑے میدان میں سب کو جمع کرو اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ لیکن کیا کریں، ہم سب تو پاکباز ہیں، صالح ہیں، مومن ہیں، متقی ہیں، ہمیں اس کی کیا ضرورت ہے۔

لیکن شاید اب حالت ایسی نہ رہے۔ اب لگتا ہے بے گناہوں اور مظلوموں کی فریادوں کے سننے کے دن قریب آ رہے ہیں۔ وہ جنہیں میرے رب نے بصیرت عطا کی ہے، پکارتے پھرتے ہیں کہ جس جس نے اس مملکت خداداد پاکستان کے ساتھ ظلم کیا، جبر کیا، اس کی بربادی کا سامان پیدا کیا، اُس کی پکڑ کا موسم آنے والا ہے۔ یہ ملک میرے رب کی غیرت کا امین ہے۔ اس لیے کہ یہ چھ ارب انسانوں کے درمیان واحد ملک ہے جس کے ماتھے پر اس کے نام کی تختی تحریر ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سے سید الانبیاء ﷺ کو ٹھنڈی ہوا آتی تھی۔ صاحبانِ نظر کہتے ہیں کہ خوشخبریوں کا موسم ہے لیکن یہ خوشخبری اُسی کو ملے گی جو اس کا وارث ہوگا۔ اہل نجوم جو ستاروں کی چالیں پڑھتے ہیں وہ بھی تو خوفزدہ ہیں اور کہتے پھرتے ہیں کہ 2010ء میں 1947ء کا کیلنڈر لوٹ کر آ رہا ہے۔ بہت کشت و خون ہوگا۔ لیکن وہ جنہیں اللہ نے بصیرت دی ہے، اس قربانی اور مجرموں کے انجام کے سال میں چین، امن، آشتی اور اطمینان کی بشارت دے رہے ہیں۔ (بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')

بقیہ: منبر و محراب

دین کے لیے نکلو۔ اللہ نے تمہیں مال عطا کیا ہے، اُسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ اگر اللہ کا دین قائم ہے تو جہاد یہ ہے کہ مسلمان اُس کی بقا و استحکام کے لیے کوشاں رہیں اور اگر قائم نہیں تو پھر اس کے قیام کے لیے جدوجہد کریں۔ جہاد یہ نہیں کہ عالم کفر کے فرنٹ لائن اتحادی بن کر لڑیں اور اُس کے ایجنڈے کو پورا کریں۔ قرآن عزیز دو ٹوک الفاظ میں یہ حقیقت واضح کرتا ہے کہ سچے اہل ایمان تو صرف اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے لڑتے ہیں۔ سورۃ النساء میں فرمایا گیا: ''وہ لوگ جو ایمان والے ہیں اللہ کے (دین کے غلبہ) کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ بتوں کے لیے لڑتے ہیں۔ سو تم شیطان کے مددگاروں سے لڑو (اور ڈرو مت) کیونکہ شیطان کا داؤ بودا ہوتا ہے۔'' (آیت: 76) یعنی، مسلمانو تمہارا شیوہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ تم کفر کے ساتھی بن کر لڑو۔ راہ شیطان میں لڑنا تو کفار کا کام ہے۔ تمہارا کام تو یہ ہے کہ شیطان کے ساتھیوں اور ایجنٹوں سے جہاد کرو۔ زمین پر شیطان کے سب سے بڑے ایجنٹ یہودی ہیں، جن کا عیسائی دنیا بھی اس وقت پورا ساتھ دے رہی ہے۔ مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ شیطان کے ان نمائندوں کے خلاف قتال کرو، تاکہ اللہ کی زمین سے شیطان کے ایجنٹوں کا نظام ختم ہو اور اللہ کا کلمہ سربلند ہو سکے۔ اگرچہ شیطان کی چالیں بظاہر تمہیں بہت ہیبت ناک اور گھمبیر دکھائی دیتی ہیں لیکن درحقیقت وہ بہت کمزور ہیں۔ اللہ کی تدبیر کے مقابلے میں ان چالوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ مومنو، تم اُن کے خلاف سٹینڈ لو، اپنے اندر جرأت انکار پیدا کرو۔

اے اہل پاکستان! تمہارا دین و ایمان پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ طاغوتی طاقتوں کے خلاف کھڑے ہو جاؤ۔ امریکہ اور اتحادیوں پر واضح کر دو کہ ڈرون حملے نہ صرف ہماری خودمختاری پر حملہ ہیں، بلکہ ان میں ہمارے بے گناہ لوگ مارے جا رہے ہیں، ہم یہ حملے مزید برداشت نہیں کریں گے۔ پھر یہ کہ امریکہ کی جنگ سے علیحدگی اختیار کرو۔ اسی سے مسئلہ حل ہوگا، ورنہ محض مختلف مسالک کے نمائندہ علماء سے خودکش حملوں کے خلاف فتویٰ لے لینے سے بات نہیں بنے گی۔ آپ کے ظلم و ناانصافی نے جن دماغوں کو مفلوج کر دیا ہے، وہ کسی بھی وقت دشمنوں کے آلہ کار بن سکتے ہیں۔ آپ بے انصافی ختم کریں، خودکش حملے بھی ان شاء اللہ ختم ہو جائیں گے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کی نصرت و حمایت اور دین و ملت کے حق میں صحیح پالیسیاں وضع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

مرکزی شعبہ نشر و اشاعت کی طرف سے

تنظیم اسلامی کا تیار کردہ سال نو کا

کیلنڈر 2010ء

......دستیاب ہے......

6 صفحات پر مشتمل شمسی و قمری کیلنڈر۔ قرآنی آیات کی خوبصورت خطاطی سے مزین،

☆ 4 رنگوں میں دیدہ زیب طباعت ☆ خوبصورت ڈیزائن ☆ عمدہ آرٹ پیپر ☆ سائز "23x"18

خصوصی رعایتی قیمت 50 روپے

رفقاء و احباب یہ خوبصورت کیلنڈر خود بھی لیں اور دعوتی نقطہ نظر سے خرید کر احباب میں تحفہ کے طور پر تقسیم کریں

رفقاء واحباب کیلنڈر حاصل کرنے کے لئے اپنے مقامی مراکز سے رابطہ کریں

مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی
K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 3-35869501،
فیکس 35834000، media@tanzeem.org
website: www.tanzeem.org

مرکز تنظیم اسلامی
67۔ اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور
فون: 36316638, 36366638 فیکس 36271241
e-mail: markaz@tanzeem.org,

تنظیم اسلامی حلقہ سندھ زیریں حیدر آباد کی دعوتی سرگرمیاں

06 نومبر 2009 کو بعد نمازِ مغرب حلقہ سندھ زیریں حیدر آباد میں شامل ہونے والے نئے رُفقاء کے ساتھ ایک تعارفی نشست کا انعقاد حلقہ کے مرکز واقع قاسم آباد میں کیا گیا۔ اجتماع سے امیر حلقہ سندھ زیریں شفیع محمد لاکھو نے خطاب کیا۔ انہوں نے سب سے پہلے اپنا مختصر تعارف کرایا، اور پھر نئے رُفقاء سے کہا کہ وہ اپنا نام، تعلیم، پیشہ اور تنظیم میں شمولیت کی بابت حاضرین کو آگاہ کریں۔ اس موقع پر تنظیم اسلامی کا تعارف ملٹی میڈیا کے ذریعہ کرایا گیا۔ امیر حلقہ نے تنظیم اسلامی کا تعارف پیش کرتے ہوئے بتایا کہ پاکستان میں اس وقت بہت سی دینی جماعتیں کام کر رہی ہیں، جن میں اکثر مذہبی جماعتیں مسلک کی بنیاد پر ہیں، سوائے تبلیغی جماعت اور جماعتِ اسلامی کے، لیکن تبلیغی جماعت اقامتِ دین کا ذکر نہیں کرتی، جب کہ جماعت اسلامی انتخابی طریقہ کار پر عمل پیرا ہے، جبکہ الیکشن سے کبھی بھی نظام تبدیل نہیں ہوسکتا۔ بحالات موجودہ نظام کی تبدیلی عوامی دباؤ کے ذریعہ پُرامن اور منظم احتجاج کی صورت میں ممکن ہے۔ اللہ نے چاہا تو وطن عزیز پاکستان اسلامی نظام کے قائم ہوتے ہی دنیا کے لئے ایک مثال بنے گا، جس کے ثمرات سے متاثر ہو کر لوگ جوق در جوق حلقۂ اسلام میں داخل ہو کر ابدی نجات کے حامل بنیں گے، ان شاء اللہ۔ اُنہوں نے شُرکاء کو بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد اور امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کی تحریکی کاوشوں سے آگاہ کیا، اُن کے سامنے فرائض دینی کا جامع تصور پیش کیا، بیعت اور جماعت کی اہمیت بیان کی، تنظیمی ڈھانچہ کن خطوط پر استوار ہے، اُس کا مختصر تعارف پیش کیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ تنظیم میں شامل ہونے کے بعد ایک رفیق پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں نیز ایک رفیق میں کیا اوصاف ہونے چاہئیں۔ آخر میں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ نئے رُفقاء میں کتابچہ "تعارف تنظیم اسلامی" تقسیم کیا گیا۔ جس کے بعد رفقاء رُخصت ہو گئے۔

(مرتب: علی اصغر عباسی)

حلقہ پنجاب پوٹھوہار کے تحت ایک روزہ تربیتی اجتماع

13 دسمبر 2009ء بروز اتوار صبح دس بجے تا نماز عصر ایک روزہ اجتماع منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ پروگرام کے سب سے پہلے مقرر راجہ احمد بلال ایڈووکیٹ تھے۔ انہوں نے تحریک ایمان کے حوالے سے گفتگو کی۔ اُن کے بعد محمد عبدالرشید رحمانی، جو لاہور سے اپنی نجی مصروفیات کے سلسلے میں گوجرخان آئے تھے، اجتماع میں تشریف لائے۔ انہوں نے عوف بن مالکؓ سے مروی نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ بیان کی، جس میں آپؐ نے فرمایا کہ کاش! میری ملاقات میرے اُن بھائیوں سے ہوجائے جو میرے بعد دنیا میں آنے والے ہیں۔ وہ مجھ پر ایسا ایمان لائیں گے جیسا کہ تم لائے ہو۔ انہوں نے اس حدیث مبارکہ کی بہت عمدگی سے تشریح و توضیح کی۔

"ہم عصر تحریکوں کا تحقیقی مطالعہ" امیر حلقہ مشتاق حسین کا موضوع تھا۔ انہوں نے اس سلسلے میں تبلیغی جماعت کی تاریخ کو وائٹ بورڈ کی مدد سے بڑے دلچسپ پیرائے میں بیان کیا، نیز تبلیغی جماعت اور تنظیم اسلامی کا تقابلی جائزہ پیش کیا۔

ناظم حلقہ پنجاب شمالی راجہ اصغر علی نے سورۃ النور کی آخری تین آیات اور سورۃ التوبہ کی آیات 43 تا 49 کی تلاوت اور ترجمہ کیا، اور "آداب نظم" کا مذاکرہ کرایا۔

نائب ناظم اعلیٰ پنجاب شمالی خالد محمود عباسی نے ملتزم رفقاء کی بیعت والی حدیث مع ترجمہ پیش کی۔ یہ پروگرام بھی مذاکرے کی شکل میں بڑے دلچسپ اور منفرد انداز سے پیش کیا گیا، جسے رفقاء نے بہت پسند کیا۔ اس پروگرام میں تقریباً 70 رفقاء نے شرکت کی۔ بعد ازاں شرکاء کو کھانا کھلایا گیا جس کا خرچ ایک رفیق نے برداشت کیا۔ اللہ انہیں اجر دے، آمین۔ اس پروگرام میں جہلم، میرپور، چکوال اور گوجرخان غربی و شرقی کی تنظیم نے حصہ لیا۔

(مرتب: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی نوشہرہ کا دعوتی و تربیتی اجتماع

تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام ایک روزہ دعوتی اجتماع بمقام "ہمدرد ویلفیئر سنٹر بدرشی" میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع کا مرکزی موضوع "ابتلاء و آزمائش" تھا۔ مقامی امیر تنظیم اسلامی قاضی فضل کریم کے ابتدائی کلمات کے بعد ڈاکٹر حافظ محمد مقصود نے، جو مردان سے تشریف لائے تھے "محبت و آزمائش" کے موضوع پر ایک گھنٹہ لیکچر دیا۔ اُن کے بعد اُسرہ آرمر کالونی کے نقیب محمد سعید قریشی نے "عزیمت و آزمائش" کے موضوع پر صحابہ کرامؓ کے واقعات پر روشنی ڈالی۔ بعد ازاں چائے کا وقفہ کیا گیا۔ وقفے میں رفقاء و احباب کا آپس میں تعارف بھی کرایا گیا۔ اس کے بعد قاضی فضل کریم نے "آزمائش: حقیقت و اقسام" کے موضوع پر وائٹ بورڈ کی مدد سے 40 منٹ سیر حاصل گفتگو کی اور پھر نماز ظہر اور دوپہر کے کھانے کے لیے وقفہ کیا گیا۔ کھانے کے وقفے کے بعد اُسرہ خویشگی کے نقیب نصر اللہ نے "آزمائش" کے موضوع پر درس حدیث دیا۔ ضمیر اختر نے، جو پشاور سے تشریف لائے تھے "عید الاضحیٰ اور فلسفہ قربانی" کے موضوع پر بیان کیا۔ آخر میں اس موضوع پر بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا کتابچہ شرکاء میں تقسیم کیا گیا۔ نماز عصر کے بعد یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ اس اجتماع میں 12 رفقاء اور 13 احباب نے شرکت کی۔

(مرتب: جاں نثار اختر)

امریکی مداخلت کے خلاف تنظیم اسلامی میرپور کا احتجاجی مظاہرہ

20 دسمبر 2009ء کو حلقہ پنجاب پوٹھوہار گوجرخان کے زیر اہتمام امریکہ کی پاکستان میں بڑھتی ہوئی مداخلت اور سرگرمیوں کے خلاف میرپور (آزاد کشمیر) میں ایک پُرامن ریلی نکالی گئی۔ ریلی میں تمام مقامی تنظیم نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ نمازِ ظہر سٹیڈیم کی جامع مسجد میں ادا کی گئی۔ وہاں سے رفقاء چوک شہداء کی طرف روانہ ہوئے۔ انہوں نے جھنڈے، بینرز اور پلے کارڈ اُٹھا رکھے تھے جن پر حکومت کی امریکہ نواز پالیسیوں اور پاکستان میں امریکی مداخلت کے خلاف نعرے درج تھے۔ چند رفقاء سڑک کے دونوں اطراف اور مارکیٹوں میں ہینڈ بل بھی تقسیم کرتے رہے۔ یہ ریلی چوک شہداء پہنچ کر ایک جلسہ کی شکل اختیار کر گئی۔ چوک شہداء میں مقامی امیر تنظیم فیاض اختر میاں نے "مسلمانوں کی بنیادی دینی ذمہ داریوں کی وضاحت کی۔ اس کے بعد راجہ احمد بلال ایڈووکیٹ نے حکومت کی امریکہ نواز پالیسیوں کے خلاف پُرجوش خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ حکمران وطن فروش پالیسی پر کاربند ہیں اور اپنے لوگوں کے خلاف امریکی یلغار کے بدلے ڈالر وصول کر رہے ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ حکومت امریکی اتحاد سے

Afghanistan. Favoured western relief agencies, engineers and agricultural specialists will attend to the "humanitarian crisis" and so "secure" the subjugated tribal lands.

That is the theory. It worked after a fashion in Yugoslavia, where ethnic-sectarian partition wiped out a once-peaceful society, but it failed in Vietnam, where the CIA's "Strategic Hamlet Program" was designed to corral and divide the southern population and so defeat the Vietcong - the Americans' catch-all term for the resistance, similar to "Taliban".

Behind much of this are the Israelis, who have long advised the Americans in both the Iraq and the Afghanistan adventures. Ethnic cleansing, wall-building, checkpoints, collective punishment and constant surveillance - these are claimed as Israeli innovations that have succeeded in stealing most of Palestine from its native people. And yet, for all their suffering, the Palestinians have not been divided irrevocably and they endure as a nation against all odds.

Imperial cemeteries

The most telling forerunners of the Obama Plan, which the Nobel Peace Prize-winner and his general and his PR men prefer we forget, are those that failed in Afghanistan itself. The British in the 19th century and the Soviets in the 20th century attempted to conquer that wild country by ethnic cleansing and were seen off, though after terrible bloodshed. Imperial cemeteries are their memorials. People power, sometimes baffling, often heroic, remains the seed beneath the snow, and invaders fear it.

"It was curious," wrote Orwell in *Nineteen Eighty-Four*, "to think that the sky was the same for everybody, in Eurasia or Eastasia as well as here. And the people under the sky were also very much the same - everywhere, all over the world . . . people ignorant of one another's existence, held apart by walls of hatred and lies, and yet almost exactly the same - people who . . . were storing up in their hearts and bellies and muscles the power that would one day overturn the world." (Courtesy New Statesman)

فی النور علیحدگی اختیار کرے۔ آخر میں سید محمد آزاد نے دعا کرائی۔ تین بجے یہ مظاہرہ اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: ناظم حلقہ مشتاق حسن)

اُسرہ مالاکنڈ کی دعوتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی تیمرگرہ کے اُسرہ مالاکنڈ کے تحت 20 دسمبر 2009ء صبح دس بجے رفقاء و احباب کے ساتھ خصوصی نشست کا اہتمام کیا گیا۔ اس موقع پر مقامی ناظم دعوت فیض الرحمٰن نے بندگی رب پر مفصل خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ بندگی کے لیے قیام بندگی یا بندگی کا ماحول ضروری ہے، تاکہ انفرادی و اجتماعی سطح پر صحیح بندگی کی جاسکے۔ یہ پروگرام صبح 12 بجے اختتام پذیر ہوا۔ پروگرام میں مجموعی طور پر 12 رفقاء و احباب شریک ہوئے۔ نقیب اسرہ چاند ریاض نے مقامی طور پر اس پروگرام کا بندوبست کیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو مقبول فرما کر مزید کے لیے استقامت و ہمت دے۔

(رپورٹ: احسان الودود)

ضرورت رشتہ

لاہور میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم ایم ایس سی ماس کمیونیکیشن کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ 0300-4242918 042-36686082

دعائے مغفرت

- تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی (نیو کراچی) کے رفیق جناب شاہد اکرم رحلت فرما گئے
- تنظیم اسلامی کے رفیق نثار شفیق کے چچا خوشی محمد نیو کاسل انگلینڈ میں وفات پاگئے
- تنظیم اسلامی ملتان کے ملتزم رفیق ناصر انیس خان کے چچا وفات پاگئے
- ملتان کے منفرد رفیق تنظیم محمد اویس رندھاوا کے والد وفات پاگئے
- مرزا اطہر بیگ چغتائی کی والدہ وفات پاگئیں
- تنظیم اسلامی لطیف آباد، حلقہ سندھ زیریں (حیدرآباد) کے مبتدی رفقاء سید وسیم اور سید محمد عاصم کے والد وفات پاگئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ رفقاء و احباب سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

تنظیمی اطلاع

امیر حلقہ کراچی شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم نارتھ ناظم آباد کو دو حصوں (نمبر 1 اور نمبر 2) میں تقسیم کرنے اور ان میں تقرر امراء کے لیے موصولہ تجاویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مشورہ کے بعد مقامی تنظیم کو دو حصوں نارتھ ناظم آباد کراچی نمبر 1 اور 2 میں تقسیم کرنے اور ان میں بالترتیب جناب خالد بشیر اور جناب عطاء الرحمٰن عارف کو امیر مقرر کرنے کا فیصلہ فرمایا۔

تنظیم اسلامی کا پیغام

نظام خلافت کا قیام

John Pilger

Welcome to Orwell's world

Obama's lies over the Afghanistan war remind us of the lessons of Nineteen Eighty-Four

In *Nineteen Eighty-Four*, George Orwell described a superstate, Oceania, whose language of war inverted lies that "passed into history and became truth. 'Who controls the past,' ran the Party slogan, 'controls the future: who controls the present controls the past'."

Barack Obama is the leader of a contemporary Oceania. In two speeches at the close of the decade, the Nobel Peace Prize-winner affirmed that peace was no longer peace, but rather a permanent war that "extends well beyond Afghanistan and Pakistan" to "disorderly regions, failed states, diffuse enemies". He called this "global security" and invited our gratitude. To the people of Afghanistan, which the US has invaded and occupied, he said wittily: "We have no interest in occupying your country."

In Oceania, truth and lies are indivisible. According to Obama, the American attack on Afghanistan in 2001 was authorised by the United Nations Security Council. There was no UN authority. He said that "the world" supported the invasion in the wake of the 11 September 2001 attacks. In truth, all but three of 37 countries surveyed by Gallup expressed overwhelming opposition. He said that America invaded Afghanistan "only after the Taliban refused to turn over Osama Bin Laden". In 2001, the Taliban tried three times to hand over Bin Laden for trial, Pakistan's military regime reported, and they were ignored.

"Hearts and minds"

Even Obama's mystification of the 9/11 attacks as justification for his war is false. More than two months before the twin towers were attacked, the former Pakistani diplomat Niaz Naik was told by the Bush administration that a US military assault would take place by mid-October. The Taliban regime in Kabul, which the Clinton administration had secretly supported, was no longer regarded as "stable" enough to ensure US control over oil and gas pipelines to the Caspian Sea. It had to go.

Obama's most audacious lie is that Afghanistan today is a "safe haven" for al-Qaeda's attacks on the west. His own national security adviser, James Jones, said in October that there were "fewer than 100" al-Qaeda operatives in Afghanistan. According to US intelligence, 90 per cent of the Taliban are hardly Taliban at all, but "a tribal localised insurgency [who] see themselves as opposing the US because it is an occupying power". The war is a fraud. Only the terminally gormless remain true to the Obama brand of "world peace".

Beneath the surface, however, there is serious purpose. Under the disturbing General Stanley McChrystal, who gained distinction for his assassination squads in Iraq, the occupation of Afghanistan is a model for those "disorderly regions" of the world still beyond Oceania's reach. This is known as Coin (counter-insurgency), and draws together the military, aid organisations, psychologists, anthropologists, the media and public relations hirelings. Covered in jargon about winning hearts and minds, it aims to incite civil war: Tajiks and Uzbeks against Pashtuns.

The Americans did this in Iraq and destroyed a multi-ethnic society. They built walls between communities which had once intermarried, ethnically cleansing the Sunnis and driving millions out of the country. Embedded media reported this as "peace"; American academics bought by Washington and "security experts" briefed by the Pentagon appeared on the BBC to spread the good news. As in *Nineteen Eighty-Four*, the opposite was true.

Something similar is planned for Afghanistan. People are to be forced into "target areas" controlled by warlords, bankrolled by the CIA and the opium trade. That these warlords are barbaric is irrelevant. "We can live with that," a Clinton-era diplomat once said of the return of oppressive sharia law in a "stable", Taliban-run

MULTICAL-1000

Calcium+Vitamin C & B12 + Folic Acid Sachet

BOOST CALCIUM

BEFORE, DURING & AFTER PREGNANCY

TASTY and TANGY

MULTICAL-1000

2 IN 1

CALCIUM

The growing fetus needs calcium for developing strong bones & teeth.

FOLIC ACID

Essential during pregnancy to prevent Neural Tubular Defect (NTD) in the developing fetus.

Calcium Supplement Guidelines

Recommended Calcium Intakes	milligrams per day
Pregnancy	
Less than or equal to 18 years	1,300 mg
19 through 50 years	1,000 mg
Lactation	
Less than or equal to 18 years	1,300 mg
19 through 50 years	1,000 mg

Source: Institute of Medicine, National Academy of Sciences 2002

Vitamin B12

- Promotes growth in children
- Needed for Calcium absorption

Sweetened WITH ASPARTAME

Composition:

Each sachet contains:

- Calcium lactate gluconate..........1000 mg
- Calcium carbonate........................327 mg
- Vitamin C..500 mg
- Folic Acid..1 mg
- Vitamin B12....................................250 µg

GONDAL 021-7763815

M-1000/D/MU/04-08

PHARMA

NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD

www.nabiqasim.com

your Health our Devotion